رشک

وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا ۔ [متفق علیه]

’’ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشک کرنا دو باتوں میں درست ہے: ایک آدمی کو اللہ نے مال دیا اور حق کی راہ میں اس مال کو خرچ کرنے کی اسے توفیق دی۔ ایک آدمی کو اللہ نے حکمت و (دانش) عطا فرمائی۔ وہ اس کی روشنی میں فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔‘‘

دین کے بنیادی اصول ؀۲۳

اصول نمبر 22:...... وَالإِيْمَانُ بِشَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَبِقَوْمٍ يَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ مَا احْتَرَقُوْا وَصَارُوْا فَحْمًا، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلٰى نَهْرٍ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ۔ كَمَا جَاءَ فِي الأَثَرِ۔ كَيْفَ شَاءَ اللّٰهُ وَكَمَا شَاءَ۔ إِنَّمَا هُوَ الْإِيْمَانُ بِهٖ وَالتَّصْدِيْقُ بِهٖ ۔

''نبی ﷺ کی شفاعت پر ایمان رکھنا، اور ایک قوم آگ میں جلنے اور کوئلہ بننے کے بعد نکلے گی، جنت کے دروازے پر انہیں ایک نہر کی طرف لے جانے کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں منقول ہے، جیسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اس پر ایمان رکھنا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔''

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے آگ سے نکال لو! پھر ایسے لوگوں کو نکالا جائے گا جو جل کر کوئلے کی طرح ہو چکے ہوں گے اور انہیں نہر حیاۃ میں ڈال دیا جائے گا، پھر یہ اس دانے کی طرح ایک ہی دن میں تر و تازہ ہو جائیں گے جو سیلاب کے کوڑا کرکٹ پر اگ آتا ہے۔'' [صحیح بخاری: ٦٥٦٠ ـ مسلم: ١٨٤]

شرح: یہ بھی آخرت کے دن پر ایمان سے ہے۔ یہ نبی محمد ﷺ کے فضائل اور خصوصیت میں سے ہے کہ آپ ﷺ محشر کے روز سفارش کریں گے اور آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اس بارے میں کئی احادیث منقول ہیں کہ آپ اپنی امت کی اور ساری مخلوق کی سفارش کریں گے۔ [صحیح بخاری: ٤٧١٢،٧٥١٠ ـ صحیح مسلم: ١٩٣،١٩٤،١٩٥]

شیخ ابن جبرین فرماتے ہیں: اہل السنۃ کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی محمد ﷺ کی فضیلت کے اظہار اور مقام محمود تک پہنچانے کے لیے شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

متواتر احادیث سے آپ ﷺ کی چھ سفارشات معلوم ہوتی ہیں، ان میں پانچ بالخصوص نبی ﷺ کی سفارشات ہوں گی: ①: پہلی سفارش بڑی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں، اور محشر میں ٹھہرنے سے آرام حاصل ہو، اس سفارش کا مطالبہ اولوالعزم پیغمبروں سے کرتے کرتے آپ تک آئے گا۔ ②: جنتیوں کے داخلے کے لیے جنت کا دروازہ کھلوانے کی سفارش۔ ③: کچھ جنتیوں کے درجات بلند کرنے کی سفارش۔ ④: جہنم کے مستحق لوگوں کے لیے جہنم میں نہ ڈالنے کی سفارش۔ ⑤: اپنے چچا ابوطالب کے عذاب میں کمی کی سفارش۔ ⑥: یہ سفارش عام ہوگی، آپ ﷺ، انبیاء، نیک لوگ اور فرشتے، سب سفارش کریں گے۔ ایسے موحدین کے لیے ہوگی جو جہنم میں پڑے ہوئے ہیں تاکہ وہ وہاں سے نکل آئیں، یہ لوگ سیاہ کوئلہ بننے کے بعد وہاں سے نکلیں گے، انہیں نہر حیاۃ میں ڈالا جائے گا، پھر یہ اس دانے کی طرح ایک ہی دن میں تر و تازہ ہو جائیں گے جو سیلاب کے کوڑا کرکٹ پر اگ آتا ہے۔

مشرکوں کے لیے کوئی سفارش نہ ہوگی، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾ [المدثر: ٤٨]
''انہیں کسی سفارشی کی سفارش فائدہ نہ دے گی۔''

معتزلہ اور خارجیوں نے کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کا آگ سے نکلنے کا انکار کیا اور شفاعت کی احادیث کا رد کیا ہے۔

[التعليقات على متن لمعة الاعتقاد، ص: ١٥٤،١٥٥]

فہرست

سلوگن

اداریہ

حافظ احمد شاکر

کہنے کو تو سب علماء، لیڈر، دانش ور، حاکم، رعایا سب ہی کہتے ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور قیامت تک کے لیے قابل عمل ہے اور یہ دین، دنیا، حکمرانی اور رعایا سب کی ہر لمحہ حیات میں راہ نمائی کرتا ہے لیکن عملاً؟ ہم اگر نبی ﷺ کی حیات مبارکہ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ حکومت خصوصاً دور خلافت میں بحیثیت حکم ران خلفاء کے ذاتی سیرت وکردار پر غور کریں تو شاید غیرت ...... اگر چہ کچھ رہ گئی ہو تو ...... سے ڈوب مرنے کا احساس غور وفکر کی دعوت دے۔ دیکھئے جنگ احزاب کے موقعہ پر جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھوک اور مشقت کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو دکھلایا کہ ہم نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو آپ نے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ان بچیوں کی بکریوں کا دودھ دوھنا بھی جاری رکھا جن کے لیے آپ خلافت سے قبل دودھ دوہا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قحط پڑا تو آپ نے گھی وغیرہ کھانا یہ کہہ کر بند کر دیا کہ جب تک میری رعایا کو یہ نعمتیں میسر نہ ہوں اس وقت تک مجھے بھی استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سرکاری تیل سے جلے ہوئے چراغ میں صرف سرکاری کام کرتے تھے۔ ان سب خلفاء کے کردار کا یہ پہلو صرف اس لیے اجلا تھا کہ خلفاء نے خلافت کو اپنا استحقاق نہیں جانا بلکہ ذمہ داری جانا اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش صرف اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جوابدہی کے احساس سے کرتے رہے۔ نیز خلفاء کی طرف سے تاریخ میں کسی بھی درجے میں کہیں بھی ان کا یہ دعویٰ نہیں ملتا کہ وہ قوم کے خادم ہیں اور حکم رانی کا طوق عوام کی خدمت کے لیے انہوں نے گلے میں ڈالا ہوا ہے۔

جب کہ ہمارے ہاں کیا مقتدر اور کیا اپوزیشن، کیا سیاسی اور کیا مذہبی جماعتیں خدمت عوام کا ذکر بلکہ ورد کرتے ان کی زبانیں خشک ہونے لگتی ہیں۔ عمومی طور پر ہر مسلک اور مکتبہ فکر کے افراد اپنے اپنے قائدین کی معاشرت کا جائزہ لے کر ان کے اسلام پر عمل پیرا ہونے کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں جب کہ سیاسی کارکن کیا حزب اقتدار اور کیا حزب اختلاف اپنے لیڈروں کے طرز حیات جانچ کر ان کا غریب پرور ہونا اور خادم عوام ہونا ان پر واضح ہو سکتا ہے۔

دلچسپی رکھنے والے قارئین کی نظروں سے ۱۱۔۲۰۱۰ء کا بجٹ بھی گزر چکا ہوگا اس پر تبصرے، اس کے تجزیے اور اس پر تنقید دوسری طرف سورج مکھیوں کی تحسین، دسترخوانیوں کی تعریف اور ''وقت شناسوں'' کی چہچہاہٹ سے گلشن حکومت کا کاروبار بھی روز افزوں ہو رہا ہے۔ غریب پرور نامی غریب کش بجٹ سے مزدور آنسو بہا رہے ہیں۔ ملازم پیشہ بلبلا رہے ہیں، سفید پوش تلملا رہے ہیں اور والدین بچوں کی ضروریات سن کر ہکلا رہے ہیں کہ وہ بچوں کو کیسے بتائیں کہ حکومت نے نہایت کاری گری سے سال بھر میں سو فیصد بڑھانے والی مہنگائی کے عوض سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پچاس فیصد اور پنشنروں کی پنشن میں پندرہ سے بیس فیصد تک اضافہ کر کے حاتم طائی کی قبر پر لات ماردی ہے اور جن چند اشیاء پر حکومت سبسڈی ...... امدادی رقم ...... دیا کرتی تھی وہ واپس لے کر ایوان صدر وایوانِ وزیر اعظم کے اخراجات میں اضافہ کر دیا ہے۔ قوم کے خادمین کی تنخواہیں دس فیصد کم کرنے کی نوید بھی دی گئی ہے لیکن صحت وتعلیم کے اخراجات میں اضافہ کرنے کی بجائے اس میں کمی کر کے جاگیرداروں کی جاہل اور کمزور عوام کے سلوگن کو بڑھوتی دی ہے۔ وطن عزیز میں حکم ران طبقہ ایک عرصہ سے ''انہیں کے مطلب کی'' کہتا چلا آ رہا تھا اور اب بھی حکمران طبقہ اسی میں عافیت جان کر انہی مفاد بھرے حقوق کے راستے پہ رواں دواں ہے اور فیلڈ کرتی ہوئی فرینڈلی اپوزیشن اسی نسخۂ کیمیا پر عمل پیرا ہے کہ بولڈ ہوتی ہوئی ٹیم نہ جانے کس وقت آؤٹ ہو جائے اس لیے وہ بیچ محفوظ رکھنے کے ساتھ ایمپائروں کو ہاتھ ...... یعنی اعتماد ...... میں رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے کہ داشتہ بکار آید۔

پی پی پی حکومت کا سنگھاسن ڈولتا دیکھ کر یا دش بخیر مجلس عمل کے ارکان بھی اپنی اپنی بلوں سے جھانکنے لگے اور ان کی تنظیم انگڑائیاں لینے لگی ہے اللہ خیر کرے کہ ع اس کا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید ''لے'' جانے کی۔ فی الحال تو اس کا پہلا اجلاس ...... اخبارات کے مطابق ...... بے نتیجہ رہا ہے لیکن ۲۲ جولائی ۲۰۱۰ء کو اسلام

آباد میں اس کے دوسرے اجلاس اور میزبان کا اعلان بھی ہو گیا ہے۔ ہر اجلاس تو بے نتیجہ نہیں رہے گا نا۔ آخر سارے منجھے ہوئے جہاں دیدہ سرد گرم چشیدہ اور مفادات کشیدہ ہیں کوئی نہ کوئی نیا نعرہ، نیا سلوگن اور کہیں سے دور کی کوڑی لے ہی آئیں گے۔ دیکھئے ع کیا گزرتی ہے قطرے کے گہر ہونے تک۔

ساقی کوثر ﷺ کے حضور ندامت:

ہندوستان کے جن مسلمانوں نے قیام پاکستان کی حمایت کی، اس کے لیے محنت کی، جلوس نکالے، نعرے لگائے، جانیں نچھاور کیں، عزتیں قربان کیں، جوان لاشے اٹھائے، مائیں، بہنیں، بیٹیاں کنوؤں میں کودتے دیکھیں۔ بچوں کو نیزوں کی انیوں میں لہراتے دیکھا اور بوڑھوں کو میدان دغا سینوں میں گولیاں کھاتے چھرے اور برچھے اترواتے دیکھا یہ صرف اور صرف پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کی حسن تعبیر کی امید تھی۔ امن کی ترنگ تھی، انصاف اور برابری کی امنگ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جس حکمران نے بھی ان کو اسلام کا جھنڈا دکھایا، دین کا نعرہ لگایا، امن کی آس اور انصاف کی امید دلائی یہ اس کے گیت گانے اور اس پر جانیں لٹانے لگ گئے۔ ماضی قریب کے حکمرانوں میں آلِ شریف کا خاندانی پس منظر چوں کہ دینی تھا اور دولت جوانی کے مالہ ماعلیہ کے باوجود یہ برادران نسبتاً مشرقی قدروں اور دینی شعائر کا احترام کرتے تھے اس لیے پاکستان کے عوام نے ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا یہ بھی کہا جا سکتا اور سوچا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے اس قبول عام میں ان کی دولت، ان کے نوازنے اور داد و دہش کی گھریلو تربیت کا تعلق ہو لیکن ان کی تاجرانہ پالیسیوں اور تمام لوازمات کے ساتھ ان کی صنعتی حکمت عملیوں کی آگاہی کے باوجود عوام دوسرے موروثی سیاست دانوں، پشتینی نوابوں، خان بہادروں کی نسبت ان برادران پر نسبتاً دیانت کا اعتماد بھی کرتے تھے۔ اگرچہ قرض اتارو ملک سنوارو کے سلوگن کی پذیرائی کے عوام حسب توقع نتائج پر مطمئن تو نہ تھے لیکن ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد عوام نے پھر ان برادران کی آواز پر تن من کی قربانی سے دریغ نہ کیا حتی کہ پھر خلائی انقلاب کے بعد تو یہ واقعی مظلوم بن گئے اور ہمارے خوش فہم عوام نے حسب توفیق ان کی جلاوطنی کی عمدہ سے عمدہ تعبیریں بھی کرنا شروع کر دیں جس کے پیچھے صرف ان کا وراثتی دینی جذبے کا حسن ظن اور اچھی توقعات تھیں۔

جلاوطنی کے دوران جب انہیں یورپ وغیرہ کی اجازت ملی اور انہوں نے کبھی صحت کے نام پر اور کبھی کسی عنوان پر دیارِ مغرب کے دورے شروع کر دیئے تو اس وقت ان کی زندگی کے جھرنوں سے اگرچہ ہوس اقتدار چھن چھن کر باہر آنے لگ گئی تھی۔ پھر ان کا لندن میں A.P.C بلانا جب کہ لال مسجد گھیرے میں اور جامعہ حفصہ کی بے گناہ طالبات سنگینوں اور گولیوں کے حصار میں تھیں لیکن میاں صاحب کی A.P.C منعقد ہوئی اور دھوم دھڑکے سے ہوئی جس میں میثاق جمہوریت نامی ایسی دستاویز تیار ہوئی جسے یہ جمہوریئے مقدس کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پھر میاں صاحب پاکستان کی آنیوں جانیوں کے بعد جب مضبوط کلّے کی بنیاد پر پاکستان آئے اور پھر ان کی پاکستان میں ایسی نیم دروں نیم بروں سیاست کہ باغباں بھی خوش رہے اور راضی رہے صیاد بھی۔ فرماتے رہے جس پر ان کے بے غرض چاہنے والے کبھی صاد نہ کر سکے۔ پھر وطن میں کسی بھی نازک موقع آنے پر ان کی غیر ملکی دورے بھی ہونے لگے جب وقت کی گرد بیٹھ جاتی تو واپس بھی تشریف لے آتے۔ ان سب حالات سے محسوس کرنے والے میاں صاحب کی مغربی عشوہ طراز کی پیشانی کو شکنوں سے بچانے کی یہ ساری کوششیں محسوس کرتے رہے لیکن اعتماد کا دائرہ سکڑنے کے باوجود خوش فہمی کا دائرہ موجود رہا۔

لاہور میں گزشتہ دنوں قادیانیوں کی عبادت گاہوں میں جو دہشت گردی ہوئی اس کو کسی فرد اور جماعت نے نہ صرف اچھا نہیں کہا بلکہ اس تخریب کاری اور بے گناہ انسانی جانوں کے ضیاع پر افسوس کا اظہار ہی کیا۔ اسی تناظر میں میاں صاحب نے بھی ایک گول مول اور ہمدردی کے عنوان پر کامیاب سیاسی بیان بھی جاری فرمایا جس میں مرزائیوں کو بھائی کہا، میاں صاحب اگر پاکستانی بھائی کہہ دیتے تو اس کی پھر بھی کچھ تعبیر کی جا سکتی یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے مسلمان یا اسلامی بھائی کہنے سے گریز کیا لیکن صرف بھائی کہہ کر ان کے لیے ایسے نرم گوشے کا اظہار کر دیا جس کی ان کے چاہنے والے توقع نہیں رکھتے تھے۔ باقی رہا ختم نبوت پر جان دینا تو یہ بات مرزائی بھی حسب موقع و ضرورت کہہ لیتے ہیں۔

میاں صاحب کے ختم نبوت پر جان دینے کے بیان سے ان کے بھائی کہنے کے بیان کی گدلاہٹ دور نہیں ہوئی۔ لہٰذا میاں صاحب جب تک مرزا کو دعوائے نبوت کے باعث اس کے کفر کا برملا اظہار نہیں کرتے تب تک ان کے محبین کے دل اس لیے صاف نہیں ہوں گے کہ اس سے عقیدۂ ختم نبوت پر خراش بھی آتی ہے اس سے شفاعت رسول ﷺ سے محرومی اور ساقی کوثر کے حضور ندامت کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔

درسِ قرآن

سورۃ البقرۃ

(١٦٤ .... ١٧١)

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ ۔م: ۱۲۳۰ھ

......تعلیقات بر احسن الفوائد......
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ۔م: ۱۴۰۷ھ

...... حواشی ......
①......احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ ۔م: ۱۳۰۰ھ
②......احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ ۔م: ۱۳۳۸ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
’’شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ الۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ

آسمان اور زمین کا بنانا، رات اور دن کا بدلتے آنا، کشتی جو دریا میں (وہ) چیزیں لے کر چلتی ہے جو لوگوں کے کام آئیں، وہ جو اللہ نے

مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ

آسمان سے پانی اتارا، پھر اس سے زمین کو مر جانے کے بعد جلایا (زندہ کیا)، اور اس میں سب قسم کے جانور بکھیرے، باؤن (ہواؤں)

وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ (١٦٤) وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا

اور ابر (بادل) کا پھیرنا جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کا تابع ہے، ان میں عقل مند لوگوں کے لیے نمونے ہیں۔ ❶ (۱) بعض لوگ اللہ کے برابر اوروں کو پکڑتے ہیں،

یُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ط وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط وَ لَوۡ یَرَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ یَرَوۡنَ الۡعَذَابَ لا

ان سے محبت رکھتے ہیں ❷ جیسے اللہ سے محبت (ہو)، اور ایمان والوں (کے دل میں) اللہ کی محبت اس سے زیادہ ہے، بے انصاف کبھی اس وقت کو دیکھیں جب عذاب دیکھیں گے

اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیۡعًا لا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعَذَابِ (١٦٥) اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِیۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا وَ رَاَوُا الۡعَذَابَ

کہ سارا زور اللہ کا ہے اور اللہ کی مار سخت ہے۔ اور جب الگ ہو جائیں (گے) اپنے ساتھ والوں سے جن کے ساتھ ہوئے تھے، اور عذاب دیکھیں (گے)،

وَ تَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ (١٦٦) وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ط

ان کے سب طرف کے علاقے (تعلق) ٹوٹ جائیں گے۔ ساتھ پکڑنے والے کہیں گے کاش ہم کو دوسری بار زندگی ملے تو ہم ان سے الگ ہو جائیں (گے) جیسے یہ ہم سے الگ ہوئے،

كَذٰلِكَ یُرِیۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَیۡهِمۡ ط وَ مَا هُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ (١٦٧) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوۡا مِمَّا فِی الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ز

اس طرح اللہ ان کو افسوس دلانے کے لیے ان کے کام دکھاتا ہے اور ان کو آگ سے نکلنا نہیں (ہے)۔ ❸ (۲) لوگو! زمین کی چیزوں سے جو حلال ستھرا ہے کھاؤ،

وَّ لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ (١٦٨) اِنَّمَا یَاۡمُرُكُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَ الۡفَحۡشَآءِ وَ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (١٦٩)

شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ ❹ وہ تو تم کو برے کام اور بے حیائی ہی کا حکم کرے گا اور یہ کہ جو تم کو معلوم نہیں اللہ پر جھوٹ بولو۔ ❺

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَ لَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ

اور جب ان کو کہیے جو اللہ نے نازل کیا اس پر چلو، کہیں نہیں، ہم اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادوں کو دیکھا (ہے)، بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے

(١٦٤ .... ١٧١)

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ

نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ راہ کی خبر (ہو)۔ ❻ ان منکروں کی مثال ایک شخص کی مثال جیسی (ہے) کہ ایک چیز کو جو سنتی نہیں چلاتا ہے

اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

(یہ) مگر پکارنا اور چلانا (ہی ہوگا)، ❼ بہرے، گونگے، اندھے ہیں سو ان کو عقل نہیں۔ ❽ (۳)

احسن الفوائد

❶: قریش نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ کی دعا سے اگر یہ مکہ کا پہاڑ صفا نامی تمام سونے کا ہوجائے تو ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اُس سونے سے ہتھیار اور گھوڑے خرید کر کے آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔ اس پر آپ نے قریش سے ایمان کا مضبوط وعدہ لیا اور اللہ تعالیٰ سے اس صفا پہاڑ کے سونے کے ہوجانے کی دعا کی حضرت جبرئیل آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیام پہنچایا کہ اگر اس پہاڑ کے سونے کے ہوجانے کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو اُن پر بہت سخت عذاب نازل کیا جائے گا اگر یہ شرط اُن کو منظور ہے تو صفا پہاڑ کو ابھی سونے کا کر دیا جائے گا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں کو اور مجھ کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے۔ رفتہ رفتہ میں اُن کو دعوت اسلام پہنچاتا رہوں گا۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مضمون آیت میں جو تنبیہ ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ صفا پہاڑ کا سونے کا ہوجانا دوراز عقل خیال کر کے اُن لوگوں نے اپنے ایمان لانے کو جو اس پر منحصر کیا ہے عقل مند کے لیے اُس سے بڑھ کر دوراز عقل نشانیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دنیا میں موجود ہیں۔ مثلاً آسمان کا بلا ستون قائم ہونا اور تاروں کا اس خوبی کے ساتھ اس میں معلق ہونا اور ہوا کا بادلوں کو اکٹھا کرنا اور مقررہ موسم پر ہر سال ضرورت کے موافق مینہہ کا برسنا اور اس سے طرح طرح کی پیداوار کا زمین سے حاصل ہونا۔ زمین کی خاصیت تو یہ ہے کہ اُس میں جو چیز دبائی جائے وہ خاک ہوجاتی ہے یہاں تک کہ لوہا جیسی سخت چیز کا بھی زمین میں وہی حال ہے لیکن بحکم خدا جب بیج اُس میں دبایا جاتا ہے تو بجائے خاک ہوجانے کے وہ اگتا ہے پھلتا ہے پھولتا ہے کیا یہ بات زمین کی خاصیت میں اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی ہے کہ اس خاصیت کے سبب سے زمین کے اندر ہی اندر مٹی اور پتھر سونا ہوجاتے ہیں اور جگہ جگہ زمین میں سونے کی کانیں نکلتی ہیں جو سونا دنیا بھر میں برتا جاتا ہے اس خاصیت کے اثر سے ایک صفا پہاڑ سونے کا ہوجائے تو کیا اچنبھے کی بات ہے۔ اور اس پر ایمان کا لانا کیا منحصر ہوسکتا ہے بلکہ وہ تو اتنی بات ہے کہ جس طرح اور سونے کی کانیں زمین میں ہیں اُسی طرح یہ بھی ایک کان گنی جائے گی اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے دیکھ کر اس کو پہچاننا اور اُس پر ایمان لانا چاہتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں کروڑوں نمونے اللہ کی قدرت کے عقل مند کے لیے ایسے دنیا میں موجود ہیں جس طرح کہ چند باتیں اس آیت میں ذکر کی جاتی ہیں۔ [ابن کثیر]

❷: اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو اپنی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں بتلائیں اُن نشانیوں کو دیکھ کر بھی قریش ایمان نہ لائے اور اپنے شرک پر اڑے رہے تو اُن کے شرک کا دنیا اور آخرت میں جو انجام ہے اس کی حالت ظاہر فرمانے کی غرض سے یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔

دنیا میں تو اُن کے شرک کا انجام یہ ہوا کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا پھر اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر کسی نے بتوں اور کسی نے جنات اور کسی نے ملائکہ کو معبود ٹھہرایا جس سے اُن کی حالت بڑے افسوس کے قابل ہے۔ اور آخرت میں اس شرک کی بدولت اُن کے لیے وہ عذاب مہیا ہو رہا ہے کہ دنیا میں نظر آجائے تو سب شرک و کفر بھول کر

اللہ ہی کو معبود حقیقی جاننے لگیں۔ دنیا میں مجبوری کا ایمان اللہ کو پسند نہیں اس لیے کہ وہ عذاب آخرت پر منحصر ہے مگر دنیا میں اُس کی خبر دے دی ہے تاکہ اس کے حال سے بے خبر نہ رہیں آخرت میں اُس عذاب کے علاوہ یہ اور شرمندگی ہے کہ اللہ کے سوا جنہیں معبود ٹھہرایا تھا وہ اُن سے بیزاری ظاہر کریں گے جس سے اُن کا دل یہاں تک جلے گا کہ اُن کو یہ کہنا پڑے گا کہ کاش ایک دفعہ دنیا میں پھر جاتے اور ان جھوٹے معبودوں سے بیزاری ظاہر کر کے اُن کو ایسا ہی ذلیل کرتے جس طرح ہم کو ذلیل ورسوا کیا ہے۔ آخرت میں اُن مشرکوں نے جھوٹے معبود اور اُن کا سر گروہ شیطان جس طرح اپنے ہوا خواہوں سے بیزاری ظاہر کریں گے اس کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم اور سورۂ سبا میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے ان دونوں سورتوں میں وہ ذکر آئے گا۔[ابن کثیر]

❸: جن کو لوگ پوجتے ہیں سوا اللہ کے اس روز پوجنے والوں کو جواب دیں گے اور اُن کی امیدیں سب طرف سے ٹوٹیں گی اور افسوس کھائیں گے اس وقت کچھ فائدہ نہیں افسوس کا۔ یہاں سے بت پرستوں کا احوال ہے۔

❹: عرب کے لوگوں نے دین ابراہیم کئی طرح بگاڑا تھا۔ اوّل سوا خدا کے اوروں کو پوجنے لگے اور اُن کی نیاز جانور ذبح کرتے کہ وہ مردار ہوتا ہے اور کفر ہے اور مواشی میں سے کئی چیزیں حرام ٹھہرا لیں۔ سورۂ مائدہ اور انعام میں جن کا بیان ہے اور گوشت خوک حلال سمجھا ان باتوں پر اللہ تعالیٰ ان کو الزام دیتا ہے۔

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے معبود حقیقی اور مخلوقات کے خالق ہونے کا ذکر فرما کر اس آیت میں اپنے رازق مطلق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ مشرکین مکہ نے اپنی رسم ورواج کے طور پر بعض جانوروں کو اپنے لیے حرام ٹھہرا لیا تھا۔ مثلاً وہ جانور جن کو وہ سانڈ بنا کر یا اُس کے کان چیر کر چھوڑ دیتے تھے یا وہ اونٹ جس کے نطفہ سے دس جھول بچوں کے پیدا ہو چکے ہوں یا اونٹنی کے پیٹ میں بعض بچوں کو خاص مردوں کے لیے مخصوص ٹھہرا لیتے تھے۔ عورتوں کو وہ گوشت نہیں کھانے دیتے تھے۔ سورۂ مائدہ اور انعام میں اس کا ذکر مفصل آئے گا۔

یہ آیت درحقیقت تو ان ہی لوگوں کے رد اور تنبیہ میں اتری ہے لیکن اب بھی جو شخص جاندار یا غیر جاندار حلال چیز کو قسم یا نذر مان کر اپنے اوپر حرام ٹھہرائے یا حرام چیز کو حلال چیز کی طرح کام میں لائے تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

چناں چہ ایک شخص نے مسروق تابعی کے زمانہ میں اپنے لڑکے کی قربانی کرنے کی نذر مانی تو انہوں نے بجائے اس لڑکے کے ایک بکری ذبح کرنے کا فتویٰ دیا اور کہا کہ شیطان کی پیروی جس کا ذکر اس آیت میں ہے ایسی ہی نذر ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود ایک روز پیوسی کا جما ہوا دودھ نمک سے کھا رہے تھے ایک شخص اور آ گیا انہوں نے اس کی بھی کھانے کی صلاح کی اس نے انکار کیا۔ آپ نے پوچھا تیرا روزہ ہے اُس نے کہا نہیں میں نے اپنے جی سے عہد کر لیا ہے کہ میں پیوسی نہ کھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جس شیطان کی پیروی کا آیت میں ذکر ہے وہ اسی طرح کی پیروی ہے۔[ابن کثیر]

❺: یعنی مسئلے اپنی طرف سے بنالو جیسے اب بھی غلط العام بہت ٹھہر رہے ہیں۔

❻: یعنی جب معلوم ہوا کہ باپ دادوں کی رسم خلاف حکم خدا ہے پھر اُس پر نہ چلیے۔[موضح]

یہود اور مشرکین سے جب اسلام لانے اور قرآن شریف کے موافق چلنے کو کہا جاتا تھا وہ یہ جواب دیتے تھے کہ ہم تو اپنے بڑوں کے قدم بہ قدم چلیں گے۔

اُن کی تنبیہ میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جانوروں سے ہے جس طرح اُن کا چرواہا اُن کو آواز دیتا ہے تو وہ اس آواز کے مطلب کو تو سمجھتے نہیں صرف آواز ہی آواز سن لیتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے کانوں میں یہ آواز بسی ہوئی ہے کہ جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ اُن کے باپ دادا کا طریقہ ہے اور اُسی پر ان کو

اڑے رہنا چاہیے نیک اور بد اور حق اور ناحق کے امتیاز سے انہوں نے جانوروں کی طرح اپنی زبان، آنکھ، کانوں کو بیکار کر رکھا ہے۔

یہاں سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر دین کی کوئی حق بات معلوم ہو جانے کے بعد بھی کوئی شخص قومی رسم ورواج پر اڑا رہے تو وہ شیوۂ انسانیت سے باہر ہے۔ انسان کا کام ہمیشہ حق بات کا دریافت کرنا اور اس دریافت میں اپنے حواس کو صرف کرنا ہے نہ کہ حیوانوں کی طرح ایک ناحق بات پر بلا دریافت اڑے رہنا۔ [ابن کثیر وغیرہ]

(...... واضح رہے کہ قرآن وحدیث کے صاف وصریح حکم کے سامنے آنے پر اس کے مقابلے میں کسی بھی مذہب وقول پر جمود اسی حکم میں ہوگا۔ ......حنیف رحمہ اللہ)

❼: (......یعنی ان کافروں کو سمجھانا ویسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بلائے۔ سو وہ سوائے آواز کے کچھ نہیں۔ یہ حال ہے جو شخص کہ آپ علم نہ رکھے اور علم والے کی بات قبول نہ کرے۔ [موضح]

یعنی یہاں حذف اضافت ہے تقدیر عبارت یوں ہے:

مثل داعي الذين كفروا ـ

یعنی اس شخص کی مثال جو کافروں کو نصیحت کرتا ہے ایسے ہے کوئی شخص حیوانوں کو نصیحت کرتا ہو جو آواز سنتے ہیں مطلب نہیں سمجھتے۔ [جامع] ......حنیف رحمہ اللہ)

❽: (......بہرے ہیں کہ حق نہیں سنتے، گونگے ہیں کہ نہ حق کہتے ہیں نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ راہ حق دیکھنے سے اندھے اور حق سمجھنے سے بے شعور ہیں۔ [ت] ......حنیف رحمہ اللہ)

احادیث التفاسیر

(ف۱): جب آیت ﴿ الهكم اله واحد ...... ﴾ نازل ہوئی تو کفار قریش نے کہا بھلا ایک معبود تمام جہان کے واسطے کیوں کر کفایت کر سکتا ہے اور اگر یہی بات ہے اور تم سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ جس سے ثابت ہو کہ ایک ہی معبود ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت ﴿ ان فی خلق السموات ...... يعقلون ﴾ تک نازل ہوئی۔ [لباب]

(ف۲): سورۂ بقرہ کے رکوع ۳، ۱۰، ۱۴، ۱۶، ۱۹، ۲۰، ۳۴ میں اور آلِ عمران رکوع ۱، ۲، ۵، ۶، ۷، ۸ میں، سورۂ نسا رکوع ۶، ۱۱ میں، سورۂ مائدہ رکوع ۱۰، ۱۶ میں، سورۂ انعام رکوع ۲، ۵، ۱۲، ۱۳ ، سورۂ اعراف رکوع ۱۶، ۲۰، سورۂ توبہ رکوع ۵، ۱۶، سورۂ یونس رکوع ۱، ۴، ۹، ۱۱ وغیرہ میں یہ مضمون متعدد مقامات پر مذکور ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک سب چیز کا خالق مالک ہے کسی چھوٹے بڑے کا نہ اُس کے کسی کام میں ایک ذرہ سا حصہ ہے نہ کسی کا اُس پر کچھ زور ہے نہ کسی کو اُس کے کسی امر میں دم مارنے کی مجال ہے وہ آپ اکیلا اپنی مرضی سے جب چاہے اور جو کچھ چاہے کر ڈالے۔

وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال رجل يا رسول الله اى الذنب اكبر عند الله قال ان تدعو لله ندا وهو خلقك ـ [باب الكبائر]

یعنی "پوچھا ایک شخص نے کہ یا رسول اللہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرے حالاں کہ اُسی نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔"

جابر رضی اللہ عنہ کے یہ لفظ ہیں:

ثنتان موجبتان قال رجل يا رسول الله ما الموجبتان قال من مات يشرك بالله شيئا دخل النار ومن مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة ـ [رواه مسلم]

یعنی "فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں کسی نے کہا یا رسول اللہ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: جو شخص مرا شرک پر اُس کو دوزخ واجب ہوا اور جو شخص مرا توحید پر اُس کو جنت واجب ہوئی۔"

ابن ابی فضالہ سے مرفوعاً لفظ یہ ہیں:

اذا جمع الله الناس يوم القيمة ليوم لا ريب فيه نادى مناد من كان اشرك فى عمل عمله لله احدا فليطلب ثوابه من عند غير الله فان الله اغنى الشركاء عن الشرك ـ [رواه احمد]

یعنی ’’فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس شخص نے اپنے کسی ایسے عمل میں جو اللہ کے واسطے کیا تھا اگر کسی اور کو بھی اس میں شریک کر لیا ہو تو اُس کو چاہیے کہ اُس عمل کا ثواب اُسی شریک سے مانگے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ ہے حصہ لینے سے ساتھ اور حصہ داروں کے۔‘‘

یعنی مثلاً کسی نے اگر کسی عبادت مالی یا بدنی کو کیا تو اللہ کے واسطے اور اُس میں کچھ نام وری یا لوگوں کی تعریف وغیرہ کی نیت ہوئی تھی تو قیامت کو یوں نہ ہوگا کہ جتنا حصہ خالص ہے اُس کو قبول کر لے اور جتنے میں لوگوں کا دکھاوا سناوا تھا اُس کو چھوڑ دے بلکہ وہ عمل سارا ہی نکما اور ردی ہو کر کرنے والے کے منہ پر مارا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اُسی شریک سے اس کا ثواب مانگو۔

شداد بن عوف سے مرفوعاً یہ لفظ ہیں:

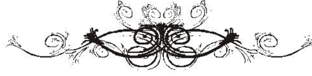
فان جسده وعمله وقليله وكثيره لشريكه الذى اشرك به وانا عنه غنى ۔ [ترغيب]

یعنی ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک والے کا بدن اور عمل تھوڑا اور بہت سب اُس کے لیے ہے جس کو اُس نے شریک کیا ہے میں اُس سے اور اُس کے ہر عمل سے بیزار اور بے پرواہ ہوں۔‘‘

(ف۳): بعض نے کہا کہ یہاں حذف اضافت ہے یعنی تقدیر عبارت کی یوں ہے:

﴿ مثل داعى الذين كفروا ...... ﴾

یعنی مثال اُس شخص کی جو کافروں کو نصیحت کرتا ہے ایسے ہے جیسے کوئی شخص حیوانوں کو نصیحت کرتا ہو جو آواز سنتے ہیں اور مطلب نہیں سمجھتے۔



مولانا قاری ریاض الحق کی وفات

والد گرامی مولانا قاری ریاض الحق بن اسرار الحق طویل علالت کے بعد منڈی عثمان والا ضلع قصور میں گزشتہ دنوں وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابا جی مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ اور اپنی والدہ صاحبہ سے حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ محمدیہ اوکاڑا، ۱۹۶۴ء میں جامعہ اہل حدیث لاہور میں صحیح بخاری شریف حضرت العلام حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ ۱۹۶۵ء میں تجوید وقرأت کے علم سے بہرہ ور ہوئے اور گوندلاں والا میں خطابت بھی شروع کر دی۔ بعد ازاں ۱۹۶۹ء میں منڈی عثمان والا میں خطابت وامامت کے لیے مقرر ہو گئے۔ ۱۹۸۷ء میں اپنی جیب خاص سے جگہ خرید کر کے مدرسہ تجوید القرآن قائم کیا۔

ابا جی مرحوم کے اساتذہ میں مولانا عبدالعزیز جھوک دادو، مولانا عبدہٗ الفلاح، مولانا جمعہ خان، حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی، مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہم اللہ شامل تھے۔ ان کے علاوہ مولانا شفیق الرحمٰن لکھوی، فاضل علم قرأت قاری محمد اسلم اور قاری اظہار احمد تھانوی اور قاری غلام رسول پانی پتی سے قرأت وتجوید کے قواعد وضوابط سیکھے۔

انہیں سید محمد داؤد غزنوی، سید ابوبکر غزنوی، مولانا محمد ادریس دیوبندی، میاں محمد باقر رحمہم اللہ سے روحانی تعلق ورغبت رہی۔ اوراد ووظائف ان بزرگوں سے سیکھے۔ ان کے سیکڑوں شاگرد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ سارے افراد پڑھے لکھے اور عیال دار ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا فرمائیں۔

درخواست گزار وغم خوار: حافظ محمد ظہیر (ایم اے)۔ فون: 0302-7573276

قاری آفتاب عاصم۔ فون: 0300-4733123 حافظ عبدالمنان۔ فون: 0301-6824593

درسِ حدیث

توفیــق البـــــاری

" الادب المفرد " للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

٦٤٦۔ عن ثابتٍ قال: كانَ أنسٌ إذَا دَعَا لأخيهِ يقُولُ: جَعَلَ اللّٰهُ عليهِ صلاةَ قَوْمٍ أبْرَارٍ، لَيْسُوا بظَلَمَةٍ ولا فُجَّارٍ، يَقُومُونَ اللَّيلَ وَيَصُومُونَ النَّهارَ۔

[صحیح موقوفاً ومرفوعاً]

''حضرت ثابت بیان کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ جب کسی بھائی کے لیے دعا کرتے تو یوں کہتے، اے اللہ! اس کے بارے میں نیک لوگوں کی دعائیں قبول فرما جو نہ ظالم ہیں اور نہ بدکار ہیں۔ رات کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔''

٦٤٧۔ عن عَمْرِو بْنِ حُرَيثٍ يقولُ: ذهبتُ بی أُمِّیُ إِلَی النَّبِیّ، فَمَسحَ علی رَأْسِی ودَعا لی بالرِّزْقِ ۔

[صحیح]

''حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میری والدہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور رزق کی دعا فرمائی۔''

٦٤٨۔ عن أنسِ بنِ مالكٍ قالَ: قيلَ لَهُ: إنّ إخْوَانَكَ أَتَوْكَ مِنَ الْبَصْرَةِ ...... وهو يومئذٍ بالزَّاويةِ ...... لِتَدْعُوَ اللّٰهَ لَهُمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَآتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ فَاسْتَزَادُوهُ فَقالَ مِثلَها فَقالَ: إنْ أُوتِيتُمْ هذَا فَقَدْ أُوتِيتُمْ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ۔

[صحیح الإسناد]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا بصرہ سے تمہارے بھائی آئے ہیں (جب کہ آپ زاویہ میں مقیم تھے) آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کریں۔ آپ نے یوں دعا فرمائی، اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں نے مزید دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے اسی طرح دعا فرمائی اور فرمایا اگر تم کو یہ سب کچھ مل گیا تو تمہیں دنیا وآخرت کی خیر مل گئی۔''

٦٤٩۔ عن أنسِ بنُ مالكٍ قالَ: أخذَ النَّبِیُّ ﷺ غُصنًا فنَفَضَهُ فَلَمْ يَنْتَفِضْ، ثُمَّ نفضَهُ فَلَمْ يَنْتفِضْ، قالَ: ((إنّ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، يَنْفُضْنَ الْخَطَايَا كَمَا تَنْفُضُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا))

[حسن]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک ٹہنی کو پکڑا اس کو ہلایا لیکن اس سے کوئی پتہ نہ گرا۔ دوسری بار پھر ہلایا لیکن پھر بھی کوئی پتہ نہ گرا۔ تیسری مرتبہ ہلایا تب بھی کوئی پتہ نہ گرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ کا پڑھنا خطاؤں کو یوں جھاڑتے ہیں جیسے درخت اپنے پتوں کو۔''

۶۵۰۔ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سمعتُ أنساً يقولُ: أتتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إليهِ الحَاجَةَ ...... أو بعضَ الحَاجَةِ ...... فقَالَ: ((أَلَا أَدُلُّكِ عَلٰى خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ؟ تُهَلِّلِيْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ عِنْدَ مَنَامِكِ، وَتسبحين ثلاثًا وثلاثين وتَحْمُدِيْنَ اَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ، فَتِلْكَ مِائَةٌ خيرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فيهَا))

[ضعيف الإسناد]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی جو اپنی کسی ضرورت یا بعض ضروریات کی شکایت کرتی تھی آپ نے فرمایا میں تجھ کو اس سے بہتر نہ بتاؤں تو رات کو سوتے وقت ۳۳ بار لا الہ الا اللہ، ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۴ بار الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ یہ کل سو بار ہو جائے گا یہ تمہارے لیے ساری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔''

۶۵۱۔ وقال النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ هَلَّلَ مائةً، وَسبَّحَ مائةً، وَكَبَّر مائةً، خَيْرٌ له من عَشْرِ رِقَابٍ يُعْتِقُهَا، وَسَبْعِ بَدَنَاتٍ يَنْحَرُهَا)) [صحيح]

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سو بار لا الہ الا اللہ کہے سو بار سبحان اللہ کہے اور سو بار اللہ اکبر کہے تو یہ بات دس غلاموں کو آزاد اور دس اونٹوں کی قربانی سے بہتر ہے۔''

۶۵۲۔ فأَتَى النَّبِيَّ ﷺ رجلٌ فقَالَ: يا رسولَ الله! أيُّ الدُّعَاءِ أفْضَلُ؟ قالَ: ((سَلِ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ))، ثمّ أَتَاهُ الْغَدَ فقالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أيُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ((سَلِ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، فَإِذَا أُعْطِيْتَ الْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ!)) [صحيح]

''ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ سب سے زیادہ فضیلت والی کون سی دعا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت دنیا و آخرت میں مانگ پھر وہ دوسرے دن آیا۔ پھر کہا کون سی دعا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کر اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا دنیا اور آخرت میں جب تمہیں دنیا اور آخرت کی عافیت مل گئی تو تم نے فلاح پائی۔''

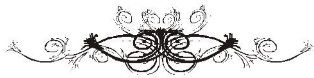
فائدہ: ظاہر سیاق مقتضی اس کا ہے کہ یہ تین صورتیں جدا جدا ہیں مگر اس جگہ ایک ہی سیاق میں مسوق ہیں اور حدیث سوال عفو و عافیت پچاس طریق سے آئی ہے اور حد تواتر تک پہنچی ہے۔ اگر کوئی شخص مثلاً کوئی سی بھی دعا نہ کرے فقط یہی دعا خدا سے مانگے تو اس کو واسطے نفع دارین کے کافی وافی ہے۔ باللہ التوفیق لیکن اکثر لوگ قدر اس کی نہیں جانتے۔

[نواب صاحب]

۶۵۳۔ عَنْ أبى ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ))

[صحيح مسلم]

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ پیاری بات سبحان اللہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔ پاک ہے اللہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور ہر قسم کی تعریفیں اسی کے لائق ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر قدیر ہے۔ اللہ ہی گناہوں سے بچنے کی توفیق دیتا ہے اور وہ ہی نیکی کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ وہ پاک ہے اللہ تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔''



افتاء

اسلام کا معاشی نظام

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

سوال: ①...... حکومت معاشی نظام کے قیام کے سلسلے میں کس حد تک اختیارات رکھتی ہے؟

②......معاشی فلاح کا اسلامی تصور کیا ہے؟

③...... معاشی نقطہ نظر سے احسان کا تصور، اس کی اہمیت اور اس کی ترویج کے سلسلے میں حکومت کا کردار کیا ہے؟

④......انفرادی ملکیت کی تحدید، اس کی جبری بے دخلی اور قومی ملکیت کے سلسلے میں اسلام کیا ہدایات دیتا ہے؟

⑤......روزگار کی فراہمی کے سلسلے میں اسلامی حکومت کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

⑥......کیا اسلامی حکومت کو زکوٰۃ کے علاوہ ٹیکس عائد کرنے کا حق ہے؟

جواب: پہلا سوال جو اسلامی نظام معیشت کے سلسلے میں طے کیا جانا چاہیے، یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے مقاصد کیا ہیں؟ تو بنیادی مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے جس کے لیے تجدید ایمان کی ضرورت ہے۔ یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت۔ ایسے روحانی اقدار کا اہتمام ضروری ہے۔ پھر تاریخی مقاصد ہیں جن کا علمائے اصول نے ذکر کیا ہے یعنی دین، جان، مال، آبرو اور عقل کا تحفظ اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔

میرے خیال میں اسلام کے معاشی نظام پر غور کرنے سے پہلے دیگر موجودہ نظاموں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے اسلام کو سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی۔

موجودہ نظاموں میں ایک تو رہبانیت کا نظام ہے۔ اس میں دین اور روحانیت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور وہ مادیت سے بالکل کنارہ کش ہوتے جاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دو مادی نظام ہیں: ایک اشتراکی نظام اور دوسرا سرمایہ داری۔

سرمایہ داری نظام میں فرد کو اتنی آزادی ہوتی ہے کہ وہ ہر کام کرسکتا ہے خواہ اس سے معاشرے کو نقصان ہی پہنچے۔

اور اشتراکی نظام میں (انجام کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے) کوشش کی جاتی ہے کہ غربت میں سب لوگ برابر ہوجائیں۔ یعنی اشتراکی نظام میں روحانیت کی اقدار بالکل نہیں اور وہاں ہر چیز میں جبر ہے۔

اسلام نہ تو اشتراکی نظام کو اپناتا ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام کو بلکہ اسلام میں اخلاقی اور روحانی تعلیم کو مقدم رکھ کر اس کے ذریعے معاشرے کو درست کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔'' [الحج: ٤١]

سے ظاہر ہے کہ اقامت صلوٰۃ روحانیت کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد اتوا الزکوٰۃ، حقوق العباد کی تبلیغ ہے۔ پھر امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں تمام معروفات اور منکرات آجاتے ہیں۔

معاشرے میں عموماً دو حالتیں ہوتی ہیں:

ایک امن اور دوسری جنگ کی حالت۔ امن کی حالت میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی جائیداد یا ملکیت پر جبراً قبضہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی حکومت کسی کی ذاتی ملکیت میں دخل دے سکتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی حلال کماتا ہے اور حلال مصارف پر خرچ کرتا ہے تو ایسی صورت میں حکومت کو جائز نہیں کہ وہ پابندی لگائے۔

البتہ دوسری صورت میں یعنی جنگ کی ایسی حالت میں جب حالات ناگفتہ بہ ہوں، حکومت پابندی لگاسکتی ہے اور زائد مال لوگوں

سے لے سکتی ہے اور قرآنِ پاک کے ارشاد ﴿ قل العفو ﴾ کا بھی یہی مطلب ہے۔ کیوں کہ سیاق وسباق سے یہی واضح ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں اس ارشاد سے قبل اور بعد میں جہاد کا بیان ہے لہٰذا یہ حکم عام نہیں ہے۔ اسی طرح جتنی احادیث اس بارے میں موجود ہیں سب ہنگامی حالات میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ سامان سارا ختم ہوگیا، ایک ایک کھجور سب میں برابر تقسیم کر دی گئی۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

من كان عنده فضل ظهر فليعد على من لا ظهر له، ومن كان عنده فضل زاد فليعد على من لا زاد له ـ [صحيح مسلم: ٣٢٥٨]

''جس کے پاس فاضل سواری ہو اس کو چاہیے کہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل زادِ راہ ہے اس کو چاہیے کہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔''

جس پر صحابہ کرام ﷺ نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ليس لنا حظ او نصيب في الفضل یعنی فاضل چیزوں پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

ہم جب احادیث سے احکام مستنبط کریں گے تو اس کے سیاق وسباق کو دیکھنا ہوگا کہ کن حالات میں وہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ اگر ہنگامی حالات نہ ہوں تو حکومت کسی کی شخصی ملکیت میں تصرف نہیں کر سکتی۔ ماسوا اس صورت کے کہ جب کوئی شخص ایسا عمل انجام دے جس سے پورے معاشرے کو نقصان پہنچ رہا ہو اس کی مثال احتکار (ذخیرہ اندوزی) ہے۔

غلہ کی اس نیت سے ذخیرہ اندوزی کرنا کہ قیمت بڑھ جائے اور لوگ بھوکے مرنے لگیں تو بے جا ہے۔ ایسی صورت میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ مجبور کرے کہ غلہ کو مناسب نرخ پر بیچ دے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت شخصی ملکیت میں کس وقت مداخلت کر سکتی ہے۔ عام حالات میں حکومت لوگوں کی خرید وفروخت پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتی۔ حدیث میں آتا ہے:

قالوا يا رسول الله سعّر لنا، فقال ان الله هو المسعّر القابض الباسط الرزاق، وإني لأرجو ان القى ربي وليس احد منكم يطلبني مظلمة في دمٍ ومالٍ ـ

[جامع ترمذی، ص:۱۷۷ بهامشه نفع قوت المغتذی]

''(بھاؤ بڑھ جانے پر) لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ ہی قیمتیں مقرر فرمانے والا ہے۔ وہی تنگی دینے والا ہے وہی وسعت دینے والا، وہی رزق دینے والا اور میں متمنی ہوں کہ میں اللہ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ مجھ سے کوئی کسی ظلم یا خون کا دعوے دار نہ ہو اور نہ ہی مال کے بارے میں مطالبہ کرنے والا ہو۔''

اس میں خاص اشارہ یہ ہے کہ اگر لوگ قیمتوں کو اتنا بڑھا دیں کہ معاشرے کو نقصان پہنچ رہا ہو اور حکومت محسوس کرے کہ ظلم ہو رہا ہے تو وہ درست کر سکتی ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ فرد کی آزادی پر پابندی یا قدغن کسی صورت میں جائز نہیں الا یہ کہ ہنگامی حالت ہو یا معاشرہ کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ اسی طرح حدیث میں ہے:

إتقوا الملاعن الثلاثة ـ [سنن أبي داؤد: ٢٤]

''تین قابلِ لعنت اُمور سے بچو۔''

مفادِ عامہ کی تین جگہوں یعنی شارعِ عام، پھل دار یا سایہ دار درخت اور نہر کے کنارے کو بیت الخلاء بنانے والا لعنتی ہے۔ اگرچہ معاشیات سے متعلقہ مثال نہیں مگر اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مفادِ عامہ کی جگہوں سے روکنا اور معاشرے کو نقصان پہنچانا درست نہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ غلہ منڈی میں تشریف لے گئے ایک غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر گیہوں نکالا وہ گیلا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ تم نے گیلے گیہوں کو نیچے کیوں چھپایا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رات بارش ہوگئی تھی جس کی وجہ سے بھیگ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے گیلے غلے کو اوپر ہی کیوں نہ رہنے دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ احتساب کا ادارہ قائم کرے اور حکام خود احتساب کے لیے نکلیں۔ اگر حکام ایسا کریں گے تو گرانی اور دھوکا فریب کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

کفالت عامہ کی دوصورتیں ہیں۔ ریاست کے شہری دوقسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل قوی دوسرے ضعیف، معذور، بوڑھے اور کمزور ہونے کی صورت میں ان کا علاج، ان کی تعلیم اور بچوں کی تعلیم تمام حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا اولی بکل مؤمن من نفسه فمن ترك كلًّا فعلي ومن ترك مالا فلو رثته ـ [سنن أبي داؤد: ٢٥١٢]

''میں ہرمومن کی جان سے مقدم ہوں پس جس نے کوئی بوجھ (ذمہ داری) چھوڑا وہ مجھ پر واجب الاداء ہوگا اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔''

یہ آپ ﷺ نے سربراہ حکومت کی حیثیت سے فرمایا ہے اور جمع کے صیغے سے مراد حکومت ہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک بوڑھا بھیک مانگ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ بوڑھا اور معذور ہوگیا ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''جب یہ جوان تھا تو ہم نے اس کی طاقت وقوت اور محنت سے فائدہ اٹھایا اب ہم اسے ایسا ہی چھوڑ دیں ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ مانگتا پھرے اسے بیت المال سے دیا جائے گا۔''

'' كَلًّا '' کے اندر وہ لوگ بھی آتے ہیں جو کمانے کی قوت رکھتے ہیں مگر ان کو مواقع میسر نہیں۔

حکومت کا یہ فرض نہیں کہ ہر ایک کو روٹی مہیا کرے بلکہ روزگار فراہم کرے۔ ایسے حالات جس سے روزگار آسانی سے مل جائے، مثلاً تعلیم کو سستا کرنا اور غلے کو سستا کرنا اور احتساب کا ادارہ قائم کرنا۔ نیز روزگار کے مواقع ایسے ہوں کہ غریب وامیر کے لیے ترقی کے امکانات یکساں ہوں۔ دونوں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں۔ یہ ظلم ہے کہ غریب کا بچہ باوجود ذہین ہونے کے تعلیم سے محروم رہے اور امیر کا بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کررہا ہے۔

اس کے ساتھ حکومت کا فرض ہے کہ وہ گداگری کو روکے۔ ان میں سے معذوروں کو بیت المال سے وظیفہ مہیا کرے اور قابل کار لوگوں کو روزگار مہیا کیا جائے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مانگنے والے کو اسی کا کمبل اور پیالہ بیچ کر اسے ایک کلہاڑی مہیا کی اور فرمایا کہ لکڑیاں کاٹو اور انہیں بیچ کر اپنا روزگار کماؤ۔ چند دنوں کے بعد وہ آیا اور اس کی حالت بہتر ہوچکی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو حالت تمہاری پہلے تھی اگر اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھائے جاتے تو تمہارے چہرے پر ایک بوٹی نہ ہوتی۔ سوال کرنا برا ہے مگر ہٹے کٹے آدمی کا سوال کرنا بہت ہی برا ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے کہ

﴿ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝ ﴾

''ان (امراء) کے مالوں میں (یعنی) مانگنے والے کا اور محروم کا حق ہے۔'' [المعارج: ٢٤،٢٥]

یہاں محروم سے مراد وہ محتاج ہیں جو قابل کار ہونے کے باوجود روزگار کے مواقع حاصل نہیں کرسکتے۔

محتاجوں کی دوقسمیں ایک تو وہ جن کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں اور دوسرے وہ جن کے پاس ذریعہ آمدنی تو ہے مگر وہ ان کے اہل وعیال کی کفالت کے لیے کافی نہیں۔ ان محتاجوں کی کفالت زکوٰۃ سے ہوگی، اور تنظیم زکوٰۃ حکومت کا کام ہے۔ اس لیے ارشاد ہے:

تؤخذ من اغنياء هم وتردّ على فقراء هم ـ

''ان کے امراء سے وصول کیا جائے اور ان کے غرباء پر لوٹا دیا جائے۔'' [صحيح بخاری: ١٤٠١]

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ [التوبة: ١٠٣]

''(اے پیغمبر ﷺ)! آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کریں۔''

سلطان اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے:

انا وارث من لا وارث له ـ [سنن أبي داؤد: ٢٥١٤]

''میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں۔'' اس کی دیت بھی میں ہی ادا کروں گا۔

متذکرہ بالا شواہد سے واضح ہے کہ بیت المال اور حکومت اس کی وارث بھی ہوگی اور کفالت بھی کرے گی۔ نیز یہ کہ اسلام میں جبر نہیں ہے اور ہر شخص کو ہر معاملہ میں اپنی مرضی کرنے کا اختیار ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حکومت زکوٰۃ کے علاوہ ٹیکس بھی لگاسکتی ہے تو

ان في المال حق سوى الزكوٰة ـ

''بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔''

کے ہنگامی حالات میں حکومت کو اپنی رعایا پر ٹیکس لگانے کی اجازت ہے۔

تحقیق وتنقید

رجب کے کونڈے

مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين ۔ اما بعد!

کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کو حق اور سچ مانتے ہیں۔ لیکن ایمان داری کے ساتھ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو ہمیں اپنے قول وفعل میں بڑا تضاد نظر آئے گا۔ اس کی وجہ واضح اور صاف ہے۔ اس میں کوئی ابہام واشکال نہیں۔ وہ ہماری دینی تعلیم سے دوری اور ناواقفیت ہے۔ ہم توحید کا تو اقرار کرتے ہیں لیکن اس کے تقاضوں کو نہیں جانتے۔ سید الانبیاء مصطفیٰ ومجتبیٰ رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین ﷺ سے انتہائی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ کی تعلیم وتربیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسلام کو دنیا کا سب سے ارفع واعلیٰ اور کامل ترین دین تو مانتے ہیں لیکن جن باتوں اور کاموں سے اسلام روکتا ہے اُن سے رکتے نہیں، جن کا حکم دیتا ہے کرتے نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر اچھا کوئی مسلم نہیں۔

مولانا حالی رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب فرمایا:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اِس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

ہماری سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتے۔ جس طرح کام چل رہا ہے اسی پر قائم رہنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ جب کبھی قرآن وسنت کا حوالہ سامنے آجاتا ہے تو اپنی اپنی مرضی کے مطابق تاویلوں کا سہارا لے کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں اور سمجھتے ہوئے جانتے ہوئے بعض ایسے کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں جن کے غیر اسلامی ہونے یا قرآن وسنت کے منافی ہونے میں ہمیں کوئی شک نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتے ہیں۔

ایسی ہی بیماریوں میں سے ایک بیماری رجب کے کونڈے ہیں۔ یہ ایسی بیماری ہے جو کہ بڑی مہلک صورت اختیار کیے جارہی ہے۔ کونڈے بھرنے والوں کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد ایک من گھڑت ''داستانِ عجیب'' پر ہے، جس کی کوئی سند نہیں، جو کسی بھی مستند کتاب میں منقول نہیں۔ اس سے کسی بھی صورت میں فائدہ نہ ہوگا بلکہ الٹا نقصان ہوگا۔ یہ بدعت قبیحہ ہے۔ بدعتی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے

جہنم کی بشارت دی ہے۔لیکن کون سنتا ہے؟ کون مانتا ہے؟

اس سے پہلے کہ ''داستانِ عجیب'' کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے، مناسب ہے کہ قرآن وسنت کے چند حوالوں کو دیکھ لیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جس ہستی کی طرف منسوب کی جارہی ہے وہ کبھی بھی یہ بات نہیں کہہ سکتے تھے، کیوں کہ وہ خود بڑے ہی متوکل بزرگ تھے۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ ﴾ [البقرة: ۱۸۶]

''آپ سے جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ میں کہاں ہوں تو فرما دیں بے شک میں بہت قریب ہوں۔ دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔''

﴿ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''تمہارے ربّ نے فرمایا ہے مجھ کو پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا۔''

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ [التغابن: ۱۳]

''اللہ ہی خدا ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ پس مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر توکل کریں۔''

﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ ﴾ [الانعام: ۱۷]

''اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں۔''

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ [النمل: ٦٢]

''کون ہے جو مجبور کی پکار سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے۔''

مذکورہ بالا آیات میں ایک بات یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ بہت قریب ہے۔ پکارنے والے جب اُسے پکارتے ہیں تو وہ نہ صرف ان کی پکار سنتا ہے بلکہ جو وہ مانگتے ہیں عطا فرماتا ہے۔

دوسری بات یہ سامنے آئی کہ جب کوئی تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے تو سوائے اللہ کے اس کو کوئی دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وہی فریاد سنتا ہے، اپنے بندوں کی تکالیف کو رفع کرتا ہے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی، ابتلا میں مبتلا انسانوں کی مشکل کشائی کرتا ہے۔

تیسری بات حکم ہے چوں کہ سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اللہ پر ایمان ویقین رکھنے والوں کو اللہ ہی پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب سے کہلوایا اور اس کو قرآن کا حصہ بنایا۔

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ ﴾

''اے حبیب کہہ دیں کہ میں اپنے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں، ہاں مگر جو اللہ چاہے۔'' [یونس: ٤٩]

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾

''کہہ دیں کہ میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہاں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بھلائی کثرت سے جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی بے شک میں مومنوں کو ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔'' [الاعراف: ۱۸۸]

ان دو آیتوں میں ہر قسم کے شک وشبہ کو دور کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم اور مرضی سے ہوتا ہے۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ قیامت حق ہے۔ اس دن کے بارے میں قرآن وسنت میں بہت کچھ مذکور ومنقول ہے لیکن یہاں صرف دو آیتیں نقل کی جاتی ہیں:

﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾
[الانفطار:]

''قیامت ایسا دن ہے کہ جس میں کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہ ہوگا۔ سارا معاملہ اللہ ہی کے لیے ہوگا۔''

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ﴾

''پس اس دن تمہارا بعض کسی بعض کے نفع ونقصان کا مالک نہ ہوگا۔''

ساتھ ہی بخاری ومسلم کی حدیث کا ایک ٹکڑا اور حدیث شفاعت بھی ملالیں۔

((لَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ))

''اُس دن سوائے رسولوں کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور رسول کا کلام یہ ہوگا اے اللہ بچالے بچالے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن مومن روکے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اس وجہ سے فکر مند ہوں گے۔ پھر کہیں گے کاش کہ ہم اپنے رب کی طرف کسی کی شفاعت طلب کریں تا کہ وہ ہمیں اس غم وفکر والی جگہ سے نجات دلائے۔

پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں تمام لوگوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپ کو جنت میں بسایا۔ آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ اپنے ربّ کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمیں ہمارے اس مقام سے نجات دے۔

وہ کہیں گے میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور وہ اپنی اس خطا کو یاد کریں گے جو کہ درخت کا پھل کھانے کی وجہ سے ان سے ہوئی حالاں کہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا، فرمائیں گے بلکہ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل ارض کی طرف پہلا نبی بنا کر بھیجا۔

پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور وہ اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو اپنے ربّ سے بغیر علم کے سوال کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ لہٰذا وہ کہیں گے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیوں کہ وہ خلیل الرحمٰن ہیں۔

پس لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ لیکن وہ کہیں گے میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور وہ تین جھوٹ یاد کریں گے جو کہ توریہ☆ کے طور پر انہوں نے کہے لیکن تم اللہ کے بندے جن کو اللہ نے تورات دی اور اُن سے گفتگو فرمائی اور قریب سے سرگوشی کی تم ان کے پاس جاؤ۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور اپنی خطا کو یاد کریں گے جو ان سے ایک نفس کو ہلاک کرنے کے سلسلہ میں ہوئی۔ وہ کہیں گے تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور روح اللہ ہیں۔

پس لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے میں تمہارے کام نہیں آسکتا تم اللہ کے بندے جن کے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے ان کے پاس جاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس لوگ میرے پاس آئیں گے۔ چناں چہ میں اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا پس مجھے اجازت مل جائے گی۔ جب میں اُسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا پس اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں جب تک چاہے گا رہنے دے گا، پھر فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، شفاعت فرمائیں قبول کی جائے گی، سوال کریں دیا جائے گا۔

☆......توریہ کا معنی ایسی بات ہے جو ذو معنی ہو، کہنے والے کا مطلب کچھ اور ہو لیکن سننے والا کچھ اور سمجھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور اپنے ربّ کی وہ حمد وثنا کروں گا جو اللہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، میں نکلوں گا اور جہنم سے لوگوں کو نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری مرتبہ حاضر ہوں گا اور اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا جو مجھے مل جائے گی۔ جب میں اس کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ کو جب تک منظور ہوگا مجھے اسی حال میں رہنے دے گا۔ پھر فرمائے گا اے محمد (ﷺ) کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، شفاعت کریں قبول ہوگی۔ سوال کریں دیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اپنے ربّ کی وہ حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی میں نکلوں گا اوران کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردوں گا۔ پھر تیسری بار لوٹوں گا اپنے ربّ سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا مجھے اجازت دی جائے گی۔ جب میں اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ جب تک مجھے اس حال میں چھوڑنا چاہے گا رہنے دے گا۔ پھر فرمائے گا اے محمد (ﷺ) کہیے آپ کی بات سنی جائے گی۔ شفاعت کریں قبول ہوگی۔ مانگیں دیا جائے گا۔

میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ ایسی حمد وثناء اپنے ربّ کی کروں گا جو مجھے وہ سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ میں آؤں گا اور ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردوں گا۔ یہاں تک کہ جہنم میں وہی رہیں گے جن کو قرآن نے روکا ہوگا یعنی جنہوں نے اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''قریب ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر مبعوث فرمائے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہی مقام ہے جس کا اس نے تمہارے نبی ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے۔''

حدیث شفاعت سے عیاں ہوتا ہے کہ قیامت کا روز ایسا دن ہوگا کہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنی ہی فکر ہوگی۔ کوئی کسی کی ذمہ داری قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ اس کو بار بار قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾

''کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

نبی التوبہ، نبی الرحمۃ، بشیر، نذیر، سراجِ منیر ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت فرمائیں گے۔

داستانِ عجیب:

اب داستانِ عجیب کو دیکھ لیا جائے کہ جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اس کی صداقت کیا ہے؟ یہ داستان منشی جمیل احمد جمیل کا منظوم کلام ہے، جس میں ایک لکڑ ہارے کا عجیب وغریب واقعہ پیش کیا گیا ہے جو مدینہ میں تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ بیوی بچوں کو اکثر فاقہ کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ لکڑ ہارا تونگری کی تلاش میں مدینہ سے نکلتا ہے۔ بارہ سال دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے لیکن خوش حالی کی جھلک بھی نصیب نہیں ہوتی۔

بیوی مدینہ میں وزیر محل میں نوکری کر لیتی ہے۔ ایک دن جھاڑو دے رہی تھی کہ وہاں سے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ گزر ہوتا ہے۔ وزیر محل کے سامنے اچانک کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں سے پوچھتے ہیں کہ آج کون سی تاریخ ہے؟ عرض کیا جاتا ہے کہ رجب کی بائیسویں تاریخ ہے۔ فرمایا، اگر کسی حاجت مند کی حاجت پوری نہ ہوتی ہو، مشکل میں پھنسا ہوا ہو، مشکل کشائی نہیں ہو رہی تو اس کو چاہیے کہ نئے کونڈے لائے اور اُن میں پوریاں بھر کر سورہ فاتحہ پڑھے، پھر میرے وسیلے سے دعا مانگے۔ اگر اس کی حاجت روائی اور مشکل کشائی نہیں ہوتی تو وہ قیامت کے روز میرا دامن پکڑ سکتا ہے۔

انہوں نے یہ بات کہی اور آگے نکل گئے۔ لکڑ ہارے کی بیوی فوراً اٹھی اوران کے ارشاد کے مطابق عمل کیا اور جعفر صادق کے وسیلے سے دعا

کی کہ میرا شوہر صحیح سلامت واپس لوٹ آئے اور ساتھ بہت سا مال ودولت لے کر آئے۔

بارہ سال پردیس میں ٹھوکریں کھانے کے بعد لکڑ ہارے کا نصیب کھلتا ہے، اور کونڈے اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔اس کو مدفون خزانہ مل جاتا ہے جسے لے کر وہ بڑے ٹھاٹھ سے مدینہ آتا ہے اور وزیر محل کے سامنے ایک شان دار گھر بناتا ہے۔

ایک دن اچانک وزیر کی بیگم صاحبہ کی نگاہ اس نئے گھر پر پڑتی ہے تو وہ اپنی نوکرانیوں سے اس کے مالک کے بارے میں پوچھتی ہے کہ اتنا شان دار گھر ہمارے محل کے سامنے کس نے بنایا۔ بیگم صاحبہ کو بتایا جاتا ہے کہ اُسی لکڑ ہارے کا ہے جس کی بیوی آپ کے ہاں ملازمہ تھی۔ جھاڑو دیا کرتی تھی۔ بیگم صاحبہ کے حکم سے اسے بلایا جاتا ہے اور اس سے اچانک مال دار بن جانے کا راز پوچھا جاتا ہے تو وہ رجب کے کونڈوں کا واقعہ بیان کر دیتی ہے۔

وزیر کی بیگم کو یقین نہیں آتا۔ رجب کے کونڈوں پر ایمان نہیں لاتی۔ بلکہ کہتی ہے کہ تمہارے میاں نے چوری ڈاکہ سے یہ مال حاصل کیا ہے جیسے ہی اس نے حضرت جعفر صادق کے ارشاد کو جھٹلایا ویسے ہی اس کے شوہر کی وزارت جاتی رہی۔ حاسد اور کینہ پرور چھوٹا وزیر غالب آ گیا۔ بڑے وزیر کو خائن ثابت کر دیا۔ بادشاہ نے بڑے وزیر کو معزول کر کے اس کی تمام جائداد بحق سرکار ضبط کر کے ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ میاں بیوی شہر سے نکل رہے تھے۔ بیوی کے پاس دو درہم تھے۔ اس نے ایک درہم کا خربوزہ خرید کر رومال میں باندھ لیا تاکہ بھوک کے وقت کچھ کام آئے۔

اتفاق سے ایسا ہوا کہ اسی دن بادشاہ کا بیٹا شکار پر گیا ہوا تھا۔ واپس آنے میں دیر ہوگئی۔ چھوٹے وزیر نے پھر کاری ضرب لگائی کہ کہیں معزول وزیر نے اسے قتل نہ کر دیا ہو۔ شاہ کے حکم سے سرکاری کارندے وزیر کے پیچھے دوڑائے جاتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں میاں بیوی دونوں کو پکڑ کر دربار میں حاضر کر دیتے ہیں۔ شہزادے کے بارے میں ان سے جب پوچھا جاتا ہے تو وہ لاعلمی کا اظہار کر دیتے ہیں۔ لیکن جب رومال کھولا جاتا ہے تو اس میں بندھا ہوا خربوزہ شہزادے کا سر بن جاتا ہے۔ بادشاہ ان دونوں کو پھانسی پر لٹکانے کا حکم صادر کر دیتا ہے۔ میاں بیوی کو جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔

وزیر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ مجھ کو نہیں یاد پڑتا کہ میں نے اپنی زندگی میں کسی پر ظلم کیا ہو جس کی وجہ سے ہمیں یہ سزا مل رہی ہے۔ نہ جانے کون سی خطا سرزد ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ذلت ورسوائی ہوئی ہے۔

بیوی نے کہا کہ آپ بے قصور ہیں۔ قصوروار میں ہوں جس نے جعفر صادق رحمہ اللہ کے کونڈوں کا انکار کیا۔ چناں چہ وہ ساری رات توبہ کرتی ہے۔ خلاصی کی صورت میں کونڈے بھرنے کا عزم کرتی ہے۔ اِدھر ان دونوں نے کونڈوں کی عظمت کا اقرار کیا اُدھر شہزادہ شکار سے گھر پہنچ گیا۔

بادشاہ شہزادے کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور وزیر کو بلا کر ماجرا دریافت کیا کہ اصل بات کیا ہے؟ وزیر نے ادب واحترام کے ساتھ کونڈے نہ بھرنے، ان کو جھٹلانے اور توبہ کرنے والا واقعہ بیان کر دیا۔

بادشاہ نے وزیر کو بحال کر دیا۔ بلکہ خلعتِ عظیم سے نوازا۔ پھر بادشاہ اور وزیر کیا تمام رعایا نے کونڈے بھرنے کا اہتمام کر لیا۔

جائزہ:

عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ ایک من گھڑت قصہ ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں۔ کسی بھی مستند کتاب میں یہ منقول نہیں۔ اس کے جھوٹے ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں نہ کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے اور نہ ہی کوئی وزیر۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی پیدائش ایک روایت کے مطابق ۸/ رمضان ۸۰ھ میں ہوئی اور دوسری کے مطابق ۱۷/ ربیع الاوّل ۸۳ھ میں ہوئی۔ ان کی وفات پر اتفاق ہے کہ ۱۵/ شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر عزیز کے تقریباً ۵۲ سال خلفائے بنی اُمیہ کے عہد میں گزرے، جن کا دار الخلافہ دمشق تھا۔ باقی سال بنو عباس کے دورِ خلافت میں گزرے جنہوں نے بغداد کو اپنا دار الخلافہ بنا لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ ۲۲ رجب نہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کا یومِ پیدائش

ہے اور نہ ہی یومِ وفات۔

درحقیقت اہل تشیع کے ہاں اُس دن کاتب وحی، اور امّ المومنین امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی منائی جاتی ہے۔ کیوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود ان کے سپرد خلافت کر کے رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کو سچا کر دکھایا تھا، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ [بخاری، ص: ۵۳۰]

''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ شاید کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروا دے۔''

پہلے تو کونڈوں کے معاملہ کو خفیہ رکھا جاتا تھا۔ لیکن جب اہل سنت والجماعت تک بات پہنچی تو اس کو داستانِ عجیب کے ذریعہ ایک نئی صورت دے دی گئی۔ اس کا ایک ثبوت شاہ عالم مارکیٹ کی ایک دکان کی طرف سے شائع ہونے والا ۱۹۷۹ء کا کیلنڈر رہے۔ جس میں مرگِ معاویہ (نعوذ باللہ من ذالک) کو خوشی کے دنوں میں سرخ رنگ میں لکھا گیا ہے۔ عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ کسی پر طعن کرنے کی بجائے اپنی ہی اصلاح کر لینے میں بھلائی ہے۔

ہر مسلمان کے لیے باعث اجر وثواب اور ذریعہ نجات ہے کہ اللہ کے نام پر صدقہ وخیرات کرے۔ کیوں کہ غیر اللہ کے نام پر دی گئی نذر ونیاز عند اللہ مقبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا رحیم وکریم نے جو قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے عمل کر کے دکھایا اسی کے مطابق عمل کرنے میں ہماری فلاح وبہبود ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۔



تحقیق وتنقید

جانوروں میں شرک

قاری محمد حسن سلفی (ٹبہ سلطان پور، وہاڑی)

کائنات کی ہر ایک چیز اللہ ربّ العالمین نے انسان کے لیے پیدا کی ہے۔ رات اور دن کا نظام، چاند، سورج، ستارے، ہوائیں، فضائیں، حشرات الارض، جانور، سواریاں، نہریں، پانی، کھیتیاں، باغات، ترکاریاں، پھل، موسم، بادل، بارش، اناج، میوہ جات غرضِ کہ ہر چیز انسان کے لیے ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ ﴾ [النحل: ٥]

''جانور ہم نے تمہارے لیے پیدا کیے۔''

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ ﴾ [النحل: ١٠]

''آسمان سے تمہارے لیے پانی اتارا۔''

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۙ ﴾ [النحل: ١٢]

''رات اور دن کو تمہارے لیے بنایا۔''

﴿ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ ﴾ [النحل: ١٣]

''زمین مختلف قسم کی کھیتیاں تمہارے لیے اگاتی ہے۔''

﴿ وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴾ [النبا: ٩]

''ہم نے نیند کو تمہارے لیے باعث آرام بنایا۔''

جانور پیدا کیے تیری رضا کے واسطے
کھیتیاں سر سبز وشاداب ہیں غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
سارا جہاں تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے

کہیں فرمایا:

﴿ وَ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةً ؕ ﴾ [النحل: ٨]

''گھوڑا، خچر اور گدھا تمہاری سواری اور خوب صورتی کے لیے پیدا کیے۔''

﴿ وَ لَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴾ [النحل: ٦]

''جانوروں میں تمہارے خوب صورتی ہے جب تم صبح وشام ان کو چرانے کے لیے لے کر چلتے ہو۔''

﴿ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ ﴾ [النحل: ٧]

''یہ جانور تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

ان جانوروں میں سے کچھ کا گوشت حلال ہے اور کچھ کا حرام۔ ویسے تو سارے جانور ہی انسان کی خدمت کرتے ہیں حتی کہ کتا جو نجس العین ہے وہ بھی حفاظت یا شکار کے لیے پالا جا سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ [النحل: ٥]

''ان جانوروں میں تمہارا گرماؤ ہے، فائدے ہیں اور بعض کو تم کھا لیتے ہو۔''

حلال جانوروں کو کھانے کا طریقہ ربّ العالمین نے یہ بتلایا کہ تم ان کی گردن پر چھری چلاؤ ان کو ذبح کرو پھر گوشت بناؤ (یہ نہیں کہ کوئی حلال جانور پکڑو چیر پھاڑ کرو اور کھا جاؤ۔) اور حلال جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو۔ اگر ان کو اللہ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر یا کسی اور کو اورارادے سے ذبح کرو گے تو حلال جانور بھی حرام ہو جائے گا۔ فرمایا ربّ ذوالجلال والاکرام نے:

﴿ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ ﴾ [الحج: ٢٨]

''بوقت ذبح معلوم دنوں میں جو اللہ نے ان کو حلال جانور دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ﴾ [الحج: ٣٦]

''اونٹوں کو بوقت ذبح صف بستہ کر کے اللہ کا نام لو۔''

اللہ ربّ العزت نے خود اپنے پیارے آخر الزمان خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانعام: ١٦٢]

''اے نبی ﷺ فرما دیجیے بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میرا دنیا سے جانا اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔''

لاشریک لہ ان تمام چیزوں میں (نماز، قربانی، زندگی اور موت) اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ پھر فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ﴾ [الکوثر: ٢]

''اے نبی ﷺ! اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھو اور اسی کے لیے قربانی کرو۔''

قرآنِ کریم میں اللہ ربّ العزت نے جہاں بھی حرام چیزوں کا ذکر کیا بالخصوص (سورۃ البقرۃ:۱۷۳، سورۃ المائدۃ:۳، سورۃ الانعام:۱۴۶، سورۃ النحل: ۱۱۵ میں) ان تمام جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے جو حلال ہونے کے باوجود غیر اللہ کے نام منسوب کر دیے گئے۔

یہ انسان کی کتنی بڑی کم عقلی، نادانی، بے سمجھی، بے وقوفی اور لاعلمی ہے کہ جانور مختلف اقسام کے رنگوں، نسلوں، شکل وصورت، قد کاٹھ میں پھر کھانے میں ذائقہ بھی مختلف اور لذیذ بنایا تو سب کچھ اللہ خالق کائنات نے اور انسان اللہ ہی کے پیدا کردہ چیز کو غیر اللہ کے نام سے منسوب کر دے۔ العیاذ باللہ

یہ شرک اکبر ہے اور اسی لیے شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ مشرکین مکہ بھی جانوروں میں شرک کرتے تھے۔ انہوں نے جانوروں کی مختلف اقسام بنا کر اپنے لیے حلال وحرام جائز وناجائز کر لیے تھے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾

[المائدۃ: ١٠٣]

''اللہ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کچھ نہیں بنایا کافر لوگ ہی اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔''

یہ سب کفر کی رسمیں تھیں۔ بحیرہ وہ جانور ہوتا ہے جس کا کان پھاڑ کر بتوں کے نام آزاد کر دیتے اور عام بتوں کے نام آزاد جانور کو سائبہ کہتے۔ جیسے آج کل ہمارے گلی محلوں میں گائے پھر رہی ہوتی ہیں، لوگوں کی فصلیں اجاڑتی ہیں، دوکانوں کا نقصان کرتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں فلاں پیر صاحب یا دربار کے نام کی ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے اور اگر ان کو مارا تو تم پر ہی کوئی آفت آ پڑے گی۔

نر و مادہ کی نذریں مانی جاتیں کہ اگر بچہ نر ہوا تو بت کے نام اور اگر مادہ ہوا تو میں رکھوں گا، یہ وصیلہ کہلاتا تھا۔ جس اونٹ کی نسل سے ۱۰ بچے ہو جاتے اس پر نہ سواری کرتے اور نہ سامان وغیرہ رکھتے اور اسے آزاد کر دیتے، وہ حام کہلاتا۔ یہ سب ان کے اپنی طرف سے بنائے ہوئے طریقے تھے جن کو قرآن وصاحب قرآن نے مردود قرار دیا۔ جانوروں میں حلال وحرام کے ان کے بنائے ہوئے ضابطے اللہ ربّ العالمین سورۃ الانعام میں تفصیل سے بیان فرما رہے ہیں:

﴿ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ﴾

[الانعام: ١٣٦]

''انہوں نے کھیتی اور جانوروں میں حصے مقرر کر لیے وہ کہتے یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے۔''

﴿ وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ

﴿ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ﴾

[الانعام: ۱۳۸]

''وہ کہتے یہ جانور اور کھیتی ممنوعہ ہے اس کو وہی کھائے گا جسے ہم چاہیں گے اپنے گمان سے اور دوسرے جانوروں کی پیٹھ حرام ہے (یعنی ان پر سفر نہیں کرنا) اور کئی جانوروں پر وہ اللہ کا نام نہ لیتے اسی پر جھوٹ باندھتے ہوئے (کہ ایسے کرنے کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہی حکم دیا ہے۔)''

﴿ وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ﴾

[الانعام: ۱۳۹]

''وہ کہتے ان حاملہ جانوروں کے پیٹوں میں جو ہے وہ ہمارے مردوں کے لیے خاص ہے اور ہماری عورتوں کے لیے حرام ہے اور بچہ مردہ پیدا ہوتا تو سب اس میں شریک بن بیٹھتے۔''

العیاذ باللہ

اس قسم کی توہمات اور جانوروں میں شرک کرنے کے طریقے ان لوگوں میں رائج ہو چکے تھے۔ صد افسوس آج مسلمان بھی اللہ ربّ العالمین کے پیدا کیے ہوئے جانور درباروں، میلوں ٹھیلوں پہ جا کر ذبح کرتے ہیں۔ درباروں اور پیروں کے نام پر جانور پالے جاتے ہیں۔ نیا کام شروع کرنے سے پہلے مزاروں پہ حاضری دے کر جانور صدقہ کے نام پر دیے جاتے ہیں۔ نئی گاڑی خرید کر پیروں کے نام جانور ذبح کر کے اس کا خون گاڑی کے ٹائروں پہ لگایا جاتا ہے۔ قرآن نے حق فرمایا:

﴿ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ﴾ [یوسف:]

''اکثر ایمان لانے والے ایسے ہیں جو شرک بھی کرتے ہیں۔''

ہمارے ملک میں پھیلا ہوا یہ درباری نظام صدقے کے بکروں سے چل رہا ہے۔ امیر المومنین خلیفہ چہارم، آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی خاتون جنت کے شوہر نامدار، حسنین کریمین کے والد گرامی، فاتح خیبر، شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

حدثنی رسول اللہ باربع کلمات لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ لعن اللہ من لعن والدیہ ۔ لعن اللہ من اٰوی محدثا لعن اللہ من غیّر منار الأرض ۔

[صحیح مسلم]

''مجھے رسول اللہ ﷺ نے چار کلمات بیان فرمائے۔ اللہ اس پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے۔ لعنت ہو اس پر جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہے، لعنت ہو اس پر جو بدعتی آدمی کو جگہ دیتا ہے، لعنت ہو اس پر جو زمین کے نشان مٹاتا ہے۔''

اس حدیث پر غور کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی لعنت کی وعید فرمائی ہے ایسے ظالم پر جو اللہ کے سوا غیروں کے نام جانور ذبح کرتا ہے جب کہ وہ رحمٰن رحیم ذات تو اپنے بندوں پہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔

﴿ ھو الذی یصلی علیکم و ملائکته لیخرجکم من الظلمات الی النور ﴾ [الاحزاب]

''اللہ وہ ذات ہے جو تم پر رحمت اتارتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لیے دعا کرتے ہیں تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔''

اللہ کی لعنت تو کافروں کے لیے ہوتی ہے۔

﴿ ان اللہ لعن الکفرین و اعدلھم سعیرا ﴾

''بے شک اللہ کافروں پر لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے بھڑکنے والا عذاب ہے۔''

جانور ذبح کرنا غیروں کے نام پر کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں گیا اور ایک آدمی جہنم میں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مرّ رجلان علٰی قومٍ لھم صنمٌ لا یُجاوزہٗ أحدٌ حتی

يقرب لهٗ شيئاً ۔ [مسند احمد]

''دو آدمی ایک ایسے قبیلے کے پاس سے گزر رہے تھے جن کا ایک بت تھا۔ وہاں سے کوئی شخص اس بت کے نام نذر و نیاز دیے بغیر نہ جا سکتا تھا ان میں ایک کو کہا گیا اس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نذر و نیاز کے لیے نہیں (یعنی انکار کر دیا) وہ جنت میں داخل ہوا۔ دوسرے نے صرف ایک مکھی پکڑی اور اس بت کے نام نذر کر دی وہ جہنم میں چلا گیا۔''

اس قدر نازک معاملہ ہے آج ہم بڑے بڑے جانور غیر اللہ کے نام وقف کر دیتے ہیں اور ایک انسان صرف ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نذر مانی تھی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر اونٹ ذبح کرے گا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہ تھا۔ وہاں مشرکین کا کوئی میلا تو نہ لگتا تھا۔

فقال رسول الله ﷺ أوفِ بنذرك ۔

''تم اپنی نذر پوری کرو۔''

یعنی ہر ایسی جگہ جانور ذبح کرنا شرک ہے جہاں کوئی میلا لگتا ہو یا کوئی بت نصب ہو۔

صد افسوس! آج وہی جاہلیت والی رسومات ہم مسلمانوں میں سرایت کر چکی ہیں۔ میلے ٹھیلے اس قوم کا رواج بن چکا ہے۔ لوگ مجاور بن کر قبروں پر بیٹھ کر قبر پرستی کی کمائی کھا رہے ہیں۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں:

قبروں کا احترام — مگر ان کو سجدہ حرام
بزرگوں کا احترام — مگر ان سے مانگنا حرام
حاجت روا مشکل کشا — ایک خدا ایک خدا

ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله ۔



اظہارِ تعزیت

مولانا محمد ادریس فاروقی اور مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحبان کی وفات پر بدوملہی میں اظہارِ تعزیت کیا گیا اور مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

[چوہدری نذیر احمد اسد۔ بدوملہی]

محمدی اوقاتِ نماز کیلنڈر

محمدی اوقاتِ نماز کیلنڈر خوب صورت طباعت کے ساتھ تقسیم کیا جا رہا ہے۔

بیرونِ لاہور سے بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے مبلغ دس روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ مقامی حضرات دستی وصول کریں۔

محمد جاوید محمدی۔ محمدی کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر

ایوانِ علم پلازہ اردو بازار۔ لاہور

مضامین نگار حضرات و خواتین

ہفت روزہ الاعتصام کے مضامین نگار حضرات و خواتین سے گزارش ہے کہ اپنے مضامین دفتر الاعتصام میں بھیجتے وقت درج ذیل باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

⦿......مضامین خوش خط، کاغذ کی ایک طرف لکھا کریں۔

⦿......کاغذ کی دونوں سائیڈ پر نہ لکھیں۔

⦿......مضمون باحوالہ، مختصر فقرے، اور مدلل لکھنے کی کوشش کریں۔

⦿......مضمون بھیجنے کے بعد اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔

⦿......عنوان کے سلسلے میں عرض ہے کہ جدید مسائل، بامعنی اور حالاتِ حاضرہ پر مثبت سوچ پر لکھیں۔

امید ہے ادارے سے آپ ضرور تعاون فرمائیں گے۔ [ادارہ]

یادِ رفتگاں

مولوی حکیم محمد ادریس فاروقی

عبدالرشید عراقی

خاندان علوی سوہدرہ کے نامور فرزند حکیم مولوی محمد ادریس فاروقی ۵ جون ۲۰۱۰ء کو ۱۲ بجے دوپہر لاہور میں انتقال کر گئے۔

انا لله و انا اليه راجعون ۔

مرحوم کا تعلق سوہدرہ کے ایک علمی خاندان سے تھا۔ ان کا شجرہ نسب درج ذیل ہے:

محمد ادریس فاروقی بن حافظ محمد یوسف بن مولانا عبدالمجید بن مولانا عبدالحمید بن مولانا غلام نبی الربانی بن محبوب عالم۔

مولانا غلام نبی الربانی کا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا۔ عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی کے فیض یافتہ تھے۔ اضلاع گوجراں والا، گجرات، شیخوپورہ اور سیالکوٹ میں توحید وسنت کے سب سے بڑے داعی اور اس دور میں اسلامی علوم وفنون کے سب سے بڑے مدرس تھے۔ ۳ مئی ۱۹۳۰ء کو سوہدرہ میں وفات پائی۔

مولانا عبدالحمید کا شمار علمائے محققین میں ہوتا تھا۔ علوم اسلامیہ پر ان کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ)، شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)، مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م ۱۳۲۷ھ) سے مستفیض تھے۔ اضلاع گوجراں والا و گجرات میں توحید وسنت کی خوب اشاعت کی۔ شرک وبدعت اور محدثات کا قلع قمع کیا۔ بہت زیادہ عبادت گزار اور تقویٰ ومہارت کا نمونہ تھے۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۲ء کو تیس برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔

مولوی محمد ادریس فاروقی کے دادا مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کا شمار برصغیر کے نامور علمائے اہل حدیث میں ہوتا تھا اور جماعت اہل حدیث کے مشہور واعظ، مبلغ، خطیب اور مقرر تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بلند پایہ مصنف، صحافی اور طبیب حاذق بھی تھے۔ مولانا عبدالمجید حاضر العلم عالم دین تھے۔ دینی مسائل پر مبصرانہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔ سیاسیات سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ پہلے کانگرس سے وابستہ رہے بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ۶ نومبر ۱۹۵۹ء کو انتقال کیا۔ عمر ۵۹ برس تھی۔

فاروقی صاحب کے والد محترم مولوی حافظ محمد یوسف صاحب بڑے متبع سنت، زہد وورع کا پیکر، تقویٰ ومہارت کا مجسمہ اور شریف الطبع انسان تھے۔ ان کی ساری زندگی اشاعت دین اسلام اور کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعت کے استیصال میں گزری۔ مسائل دینیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ بہت زیادہ مطالعہ کرتے تھے۔ ان کا وعظ بڑا مؤثر اور جامع ہوتا تھا۔ عادات واخلاق کے اعتبار سے خوش اخلاق، مستقل مزاج، متقی وپرہیزگار، سادہ مزاج، نیک باطن، وسیع الاخلاق اور مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۹۵ء کو وفات پائی۔

مولوی حکیم محمد ادریس فاروقی ۱۹۴۴ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم مولوی حافظ محمد یوسف سے حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ گوجراں والا اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ ۱۹۶۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اور ۱۹۹۲ء میں طبیہ کالج کوئٹہ سے فاضل الطب والجراحت کی ڈگری حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد کوئٹہ کو اپنا مستقر قرار دیا اور ۱۹۹۱ء تک ان کا قیام کوئٹہ میں رہا۔ جامع مسجد اہل حدیث غزنویہ پٹیل روڈ کے خطیب بھی رہے اور ایک ہائی سکول میں اسلامیات کے ٹیچر بھی رہے۔ جمعیۃ اہل

حدیث پاکستان بلوچستان کے امیر اور رویئت ہلال کمیٹی بلوچستان کے ممبر بھی رہے۔

فاروقی صاحب ایک عمدہ مقرر اور خطیب بھی تھے۔ بڑے اچھے انداز میں تقریر کرتے تھے۔ ان کی تقریر بڑی مؤثر اور جامع ہوتی تھی۔ اپنے مسلک اہل حدیث میں بڑے متشدد تھے۔ ایک بلند پایہ خطیب و مبلغ اور واعظ کے ساتھ ساتھ مناظر بھی تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ان کی چند کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

① ......انوارحدیث ② ......مقام رسالت

③ ......نبی رحمت ④ ......مسئلہ تقلید

⑤ ......سیرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

⑥ ......سیرت حسین رضی اللہ عنہ ⑦ ......عفیفہ کائنات رضی اللہ عنہا۔

فاروقی صاحب صحافت سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۹۲ء میں پندرہ روزہ ضیائے حدیث جاری کیا۔ بعد میں اس کو ماہنامہ کر دیا۔ یہ رسالہ اب بھی جاری ہے۔

عادات و اخلاق کے اعتبار سے فاروقی صاحب بڑے شریف الطبع اور ملنسار تھے۔ انہیں کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔

فاروقی صاحب عرصہ دو تین سال سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔ علاج معالجہ جاری تھا۔ جس سے کچھ افاقہ ہو جاتا تھا۔ لیکن موت سے کسی کو رستگاری نہیں۔

۵ جون ۲۰۱۰ء کو ۱۲ بجے دوپہر آپ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ پہلا جنازہ لاہور میں مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے پڑھایا۔ اس کے بعد ان کی نعش سوہدرہ لائی گئی۔ جہاں ان کی نماز جنازہ مولانا ابو محمد عبدالجبار حفظہ اللہ (رکن دارالسلام لاہور) نے پڑھائی اور اس کے بعد ان کو ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نقطۂ نظر

قصور وار کون؟

عطا محمد جنجوعہ

پیپلز پارٹی کی سیکرٹری اطلاعات فوزیہ وہاب نے کہا ہے کہ ’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں عدالت میں اس لیے پیش ہوئے کہ اُس وقت قرآن موجود تھا لیکن آئین نہیں تھا۔ لیکن صدر زرداری عدالت میں نہیں جائیں گے کیوں کہ اب آئین موجود ہے۔‘‘ فوزیہ کا بیان قرآن اور اسلامی شعار کی توہین ہے۔

خلفائے راشدین کے دور میں قرآن مجید اور صاحب قرآن کے فرمان کو سپریم لا کی حیثیت حاصل تھی۔ شرعی عدالتوں میں عدل وانصاف کا دور دورہ تھا۔ اگر کوئی شہری خلیفہ یا عامل کے خلاف عدالت میں فرد جرم عائد کرتا تو وہ عام ملزموں کی طرح عدالت میں حاضر ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے نصف کرۂ ارض پر محیط اسلامی حکومت میں شہریوں کی عزت، جان و مال کو تحفظ حاصل تھا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلفائے راشدین کا طرزِ عمل مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدالت میں پیش ہو کر رہتی دنیا تک شرعی قانون کی حکمرانی اور قانونی مساوات کا نمونہ پیش کر دیا۔

اہل مغرب میں عوام کے خود ساختہ آئین کو مقدس گائے کا درجہ حاصل ہے جس میں انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے چناؤ، اختیارات اور برطرفی کا لائحہ عمل ہوتا ہے۔ عوام اس میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ آئین میں عوام کے منتخب نمائندوں اور اُن کے لیڈر کو امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ آئین پاکستان کی رو سے کسی سربراہ کو کسی بھی مقدمہ میں طلب نہیں کیا جا سکتا بلکہ اُسے قیدیوں کی سزا کو معاف کرنے کا اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔

اس قسم کا خود ساختہ آئین خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر خلافت عثمانیہ تک کہیں رائج نہ تھا۔ آئین کا دائرہ کار چند معاملات تک محدود ہوتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن حکیم جامع ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے جس میں سماجی وسیاسی وقانونی، اخلاقی، معاشی اور عمرانی مسائل کا حل موجود ہے۔ آئین میں جن امور سے متعلق لائحہ عمل وضع کیا جاتا ہے قرآن وسنت میں بدرجہ اتم راہ نما اصول موجود ہیں اس لیے قرآن دستور حیات آئین کا جزو بلکہ آئین کا منبع ہے۔

آئین پاکستان کی روشنی میں جماعتی موقف کی حمایت کرنا فوزیہ کو حق حاصل تھا لیکن اپنے نظریہ کی تائید کے لیے خلفائے راشدین کے نظام میں خامی تلاش کرنا احمقانہ فعل ضرور ہے۔ لیکن قصور وار وہ مسلم دانشور مفکر اور علماء ہیں جنہوں نے عوامی نظام کو اسلام کا لبادہ پہنایا، جس کی بنیاد ایسے فلسفہ پر ہے کہ ارادہ عمومی فعل ووجدان کی بنیاد پر خیر وشر میں تمیز کر سکتا ہے اُسے کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ مزید برآں وہ بخوبی آگاہ ہیں کہ جمہوری حکومت میں قرآن وسنت میں مذکور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے احکام کا نفاذ عوام کی منظوری کا محتاج ہوتا ہے۔ اس کے باوجود وہ اس نظام میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ اور عقل کے گھوڑے دوڑا کر اسے جہادِ اکبر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ اس طرح قرآن وسنت سے والہانہ عقیدت زبانی ہے یا عملی، اہل علم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ عورت سربراہ مقرر ہوئی تو علماء نے دلائل کی روشنی میں بھرپور مخالفت کی جب کہ مشرف دورِ حکومت میں انتخابات ہوئے تو متحدہ مجلس عمل نے اپنی بہو بیٹیوں کو غیر محرم مردوں کے روبرو اسمبلی میں بٹھا کر جواز مہیا کر دیا۔ لبرل طبقہ کی عورتیں پہلے جو جھجک کر حصہ لیتی تھیں انہوں نے کھل کر سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

اس کے برعکس عورتوں کو محرم رشتوں کے ہمراہ علیحدہ پردہ میں بیٹھ کر خطبہ جمعہ سننے کے لیے علماء کی ممانعت بدستور قائم ہے۔

قصور وار کون؟

عوام الناس یا وہ مفکر جو تضاد اور اہل مغرب کی اندھی تقلید کی پالیسی پر گامزن ہیں۔

مشاهیر نامه

مکتوبات مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ

بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

............................①............................

من عبد اللّٰه الی الاخ فی اللّٰه

السلام علیکم ورحمة الله وبعد!

(۱)...... فقد اتصل بی کتابك ملفوفا وفیها اسئلة عدیدة، منها السوال عن میراث الحفید، وقد اجبتك عنه قبل بما فیه شفاء للعلیل، ولکن ما تاملت حق التامل فعدت سائلا وقلت: کیف یحرم الحفید الیتیم من میراث جده عند وجود عمه ...... الیس هذا ظلما الخ ۔

ولم تعلم ان الظلم اخذ حق الغیر من غیر تراض، والحفید لم یستحق لانه ابعد والابعد لا یستحق عند وجود الاقرب وهو عمه، کما ان بنت الابن لا ترث عند وجود الابنتین وهو لیس بظلم، فکذا هذا ۔

ثم الموت فجأة لا یمنع الوصیة الا عند وقوع الحادثة، فله ان یوصی قبل ذلك کما فی الحدیث ((ما حق امرئ مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده)) متفق علیه، [مشکوٰة باب الوصایا]

وفیه رعایة المصالح فانه اذا کانت الوصیة مکتوبة عنده فله اختیار التصرف فکانه لم یوصی، فان مات بغتة فیستحق الحفید فصار مثل الوارث ۔

(۲)...... الولد الکبیر ان اجتهد لابیه واراد اطاعته فلا یستحق شیئا زائدا، وان اجتهد علی ان یعطی شیئا زائدا فله الزیادة علی حسب المعمول ۔

(۳)...... ان شاع زناه فی الناس فتوبته امام الناس، لدفع التهمة عنه ولسد باب المعصیة، لئلا یجترئ علیها احد والا فلا ۔

(٤)...... الاصل فی الامر الوجوب الا ان یصرف عنه الصارف کما فی فاصطادوا، فانه لرفع الحرمة التی فی الایة السابقة، ورفع الحرمة رخصة فمن هذه الجهة صاح للاباحة ۔ وکما فی الحدیث ((اذا جاء احدکم المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتین)) فان الاحادیث الاخر تدل علی عدم الوجوب کحدیث کعب بن مالك فی تخلفه عن غزوة تبوك وغیره والتفصیل فی جریدتنا "تنظیم"

(۵)...... ان کانت المضاربة بان یشتری المال ثم یبیعه مرة واحدة فالزکوة تجب بعد انفصال الامر فی النقد

الـذی حـصـل وان مضی علیه سنون، فانه فی حکم مال الضمار وراجع موطأ الامام مالك ۔ والا تجب فی کل سنة فی مال التجارة، کما فصلنا فی المجلد الرابع فی جریدتنا "تنظیم" المسمی "بزکوة نمبر"

(٦)...... الـصحیح ان یجمع الذهب والفضة فی الزکوة کما یجمع الضان والمعز، سیما اذا کان حدیث نصاب الذهب ضعیفاً فیجب الزکوٰة فی الذهب بتقویمه فضة ۔ وتفصیلی الجمع فی جریدتنا فی العدد المذکور ۔

(٧)...... اذا کـان الامـر خیـرا مـحـضـا ویجب فیه الاجتماع کالصلوة والجهاد فلا بد من مخالطة الناس، والا فـالسـلامة فـی الـوحـدة، کـمـا فـی الحدیث ((مثلی الجلیس الصالح والسوء کحامل المسك ونافخ الکیر)) الحدیث [متفق علیه مشکوٰۃ باب الحب فی الله]

(٨)...... یـحتـمل الحدیث تاویلك، ویحتمل ان یکون عاقبة المجاهرة کفرا ۔ فیجتمع الایة والحدیث ویتحد مضمونها و الحمد لله علی ذلك ۔

المجیب عبد الله الامرتسری مدیر تنظیم روپر، انباله مؤرخه ٧ رمضان المبارك ١٣٦٣ھ

ترجمہ......:

عبداللہ کی طرف سے اپنے دینی بھائی (مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ) کی طرف

السلام علیکم ورحمة الله!

آپ کا خط ملا جس میں مختلف سوالات دریافت کیے گئے ہیں۔ان میں سے ایک سوال یتیم پوتے کی وراثت کے بارے میں ہے۔اس سوال کا تسلی بخش جواب پہلے بھی دے چکا ہوں شاید آپ نے اس پر اچھی طرح غور نہیں فرمایا۔اور دوبارہ سوال کیا ہے کہ

''چچا کی موجودگی میں یتیم پوتا وراثت سے کیسے محروم ہو جائے گا......کیا یہ ظلم نہیں ہے؟''

آپ جانتے نہیں کہ ظلم تو یہ ہے کہ کسی غیر کا حق اس کی رضامندی کے بغیر لیا جائے۔پوتا اس لیے مستحق نہیں کہ وہ زیادہ دور ہے، اصول یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار مستحق نہیں ہوتا، یہاں قریبی رشتہ دار چچا ہے۔جیسے دو بیٹیوں کی موجودگی میں بیٹے کی بیٹی وارث نہیں بنتی اور یہ ظلم نہیں اسی طرح پوتے کا مسئلہ بھی ہے۔اچانک موت (سوائے حادثاتی موت کے) وصیت سے مانع نہیں ہے۔پس چاہیے تھا کہ وہ اس سے پہلے وصیت کرتا۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

((ما حق امرئ مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده)) متفق علیه [مشکوة باب الوصایا]

''کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے پاس مال ہو اور وہ بغیر تحریری وصیت کے دو راتیں گزار دے۔''

اس میں مصالح کا خیال رکھا گیا ہے، یعنی جب اس کے پاس تحریری وصیت موجود ہو تو اس کو تصرف کا اختیار حاصل ہے گویا کہ اس نے اس تبدیلی سے پہلے وصیت کی نہیں۔لیکن اگر وہ اچانک فوت ہو گیا ہے تو پوتا مستحق ہوگا۔اس کی حیثیت وارث کی ہوگی۔

②......اگر بڑا بیٹا اپنے والد کی اطاعت وفرماں برداری میں ان کے کاروبار میں محنت کرتا ہے تو وہ کسی زائد چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔اور اگر وہ لڑکا تنخواہ یا حصہ داری کے لیے محنت کرتا ہے تو وہ عرف عام کے مطابق زائد کا حق دار ہوگا۔

③......اگر اس کا زنا لوگوں میں مشہور ہے تو تہمت کے زائل کرنے اور گناہ کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس کی توبہ بھی عام لوگوں کے سامنے

ہوگی تا کہ لوگ اس گناہ پر جراءت نہ کریں اور اگر یہ صورت نہ ہو تو ایسا ضروری نہیں۔

④......حکم دراصل وجوب کے لیے ہوتا ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ اسے اس حیثیت سے کوئی قرینہ تبدیل کر دے جیسا کہ فاصطادوا ہے۔ یہ سابقہ آیت میں (بیان کردہ) حرمت کو ختم کرنے کے لیے ہے اور رفع حرمت رخصت ہے۔ اس لحاظ سے یہ واجب مباح ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

((اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا یَجْلِسْ حَتّٰی یر کع رکعتین))

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو وہ دو رکعت نماز ادا کیے بغیر نہ بیٹھے۔''

چناں چہ دوسری احادیث سے اس حکم کے عدم وجوب کی دلیل ملتی ہے، مثلاً: کعب بن مالک کی حدیث جب وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ☆

اس کی تفصیل ہمارے اخبار تنظیم میں لکھی ہے۔

⑤......اگر مضاربت یہ ہو کہ کسی نے کچھ مال خریدا اور ایک ہی دفعہ فروخت کر دیا تو معاملہ ختم ہونے پر جو نقدی حاصل ہوئی اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر چہ اس پر کئی سال گزر گئے ہوں۔ یہ مال ضمار کے حکم میں ہوگا۔ ☆☆

وگرنہ مال تجارت پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی اس کی تفصیل ہم نے اپنے جریدہ ''تنظیم'' (جلد:۴، شمارہ:۳۶) زکوٰۃ نمبر میں بیان کی ہے۔

⑥......صحیح بات یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت سونے اور چاندی کو جمع کیا جائے گا جیسا کہ بھیڑ اور بکریوں کو جمع کیا جاتا ہے۔ سونے کے نصاب والی حدیث اگر چہ ضعیف ہے تاہم سونے پر زکوٰۃ چاندی کی قیمت کے برابر واجب ہوگی۔ ان کو جمع کرنے کی تفصیل ہمارے مذکورہ اخبار میں موجود ہے۔

⑦......اگر معاملہ خالصتاً خیر کا ہو تو اس میں اکٹھا ہونا واجب ہے جیسا کہ نماز اور جہاد کا معاملہ ہے کہ یہ کام اجتماعی صورت میں کرنے ضروری ہیں، وگرنہ انفرادیت میں سلامتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مثال موجود ہے کہ

اچھا ہم نشین عطر فروش کی مانند ہے اور برے کی مثال آگ کی بھٹی بھڑکانے والے جیسی ہے۔[مشکوٰۃ، باب الحب فی اللہ]

⑧......اس حدیث میں آپ کی تاویل کا بھی احتمال ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ سر عام گناہ کرنے والے کی سزا کفر ہو۔ اس طرح قرآن کی آیت اور حدیث کا اختلاف رفع ہو جائے گا اور ان کا مفہوم ایک ہی رہے گا۔

عبداللہ امرتسری
مدیر تنظیم
روپڑ، انبالہ
۷ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

☆......(یعنی کعب رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے کے بعد کعب مسجد میں آئے اور دو رکعت پڑھے بغیر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے)

☆☆......موطا امام مالك، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة بالدين، رقم الحديث: ١٨، ج: ١، ص: ٥٣ مال ضمار اسے کہتے ہیں جس کے وصول ہونے کی امید باقی نہ رہے۔

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مولوی عبدالغفار صاحب

السلام علیکم ورحمة الله

میں نے اعتکاف میں فتاووں وغیرہ کا شغل کم کیا ہوا تھا اس لیے عید سے پہلے جواب نہ لکھ سکا۔ اب جواب ملاحظہ ہو۔

سرمایہ جب تجارتی مال میں منتقل ہو گیا تو اب وہ سرمایہ نہیں رہا اس لیے اس کا حکم تجارتی مال کا ہو گا اور تجارتی مال میں بالاتفاق زکوٰۃ ہے جیسے اصل سرمایہ پر زکوٰۃ ہے۔ چناں چہ ہم نے تنظیم کے زکوٰۃ نمبر میں اس کی تفصیل کی ہے۔

اور مال میں گھاٹا آنے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی جب تک نصاب سے نیچے نہ اترے۔ صرف گھاٹے کی (یعنی دوسو کی زکوٰۃ) نہیں باقی دینی پڑے گی۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے، نمو سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً نمو ہو یا حکماً ہو۔ حکماً کی مثال فقہاء نے کنز کی دی ہے۔ حولان حول اس پر نمو کے حکم میں ہے۔ کیوں کہ سال ۴ فصول پر مشتمل ہے اس میں مالک کو گنجائش ہے کہ جس جنس کی تجارت چاہے کر کے مال کو بڑھا سکتا ہے اور کنز چوں کہ تجارت کا سونا ہے اس لیے اس پر حولان حول حکماً نمو قرار دیا گیا۔ اور تجارتی مال میں نیت نمو کی قائم مقام نمو کے ہے بالفعل خواہ نفع ہو یا نقصان صرف اتنا اختلاف ہے کہ خرید کے وقت تجارت کی نیت شرط ہے یا نہیں۔

بعض کہتے ہیں اگر خرید کے وقت گھر کے لیے نیت تھی پیچھے پھر اس میں تجارت کا ارادہ ہو گیا تو وہ بھی تجارتی مال بن جائے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ خرید کے وقت جس میں تجارت کی نیت ہو گی وہ تجارتی ہو گا دوسرا نہیں۔ تو گویا ان کے نزدیک جو گھر کے لیے خریدا ہے وہ بعد کی تجارت کی نیت کرنے سے تجارت نہیں بنے گا اور نہ سال بعد اس پر زکوٰۃ ہو گی بلکہ جب وہ فروخت ہو اور اس کے پیسے نصاب تک پہنچ جائیں اور سال بھر محفوظ پڑے رہیں ان پر زکوٰۃ ہو گی جیسے عام طور پر نقدی پر ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اس اختلاف کا ذکر بھی زکوٰۃ نمبر مذکور میں ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کریں امید ہے آپ کو کافی ہو گا، ان شاء اللہ۔

بلکہ تنظیم کا سارا فائل ہی مسائل کا ذخیرہ ہے شاذ و نادر ہی کوئی مسئلہ ہو گا جس پر روشنی نہ ڈالی گئی ہو اس لیے آپ ایسے شائقین کے پاس پورا ہونا ضروری ہے۔

عبداللہ
مدیر تنظیم روپڑ
ضلع انبالہ از امرتسر مسجد مبارک
متصل واٹر ورکس
مؤرخہ ۲ شوال ۱۳۶۳ھ
مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۴۴ء



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

مدینۃ النبی ﷺ (اردو)

تالیف: ڈاکٹر رانا محمد اسحاق رحمہ اللہ
اضافہ وتحقیق: ڈاکٹر رانا خالد مدنی
ضخامت: ۶۰۰ صفحات تقریباً (بڑا سائز)
قیمت: ۱۵۰۰ روپے
ناشر: ادارہ اشاعت اسلام ۴۰۸، گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
ڈسٹری بیوٹر: ادبستان ۴۳ ریٹی گن روڈ عقب سنٹرل ماڈل سکول لوئر مال لاہور
تبصرہ نگار: حافظ محمد اسلم شاہدروی
(معاون ناظم طبع وتالیف مرکزی جمعیت اہل حدیث، پنجاب)

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف ڈاکٹر رانا محمد اسحاق (متوفی ۲ مئی ۱۹۹۷ء) کو تقریباً چودہ برس مدینہ منورہ میں گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پہلے انہوں نے مدینہ منورہ کی عالمی شہرت یافتہ اسلامک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی پھر کچھ عرصہ تصنیف وتالیف میں لگایا۔ اسی طرح اس کتاب کے محقق ومخرج جناب ڈاکٹر رانا خالد مدنی نے بھی ایک لمبا عرصہ مدینہ منورہ میں قیام کیا اور تعلیم وتعلم کی بہت سی منازل مدینہ منورہ میں ہی طے کیں۔ موصوف ڈاکٹر رانا محمد اسحاق کے فرزند ارجمند ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے امام سیوطی رحمہ اللہ کی شرح صحیح مسلم پر تحقیق کر کے عربی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

ڈاکٹر رانا محمد اسحاق نے پہلے ''دو مقدس شہر'' کے عنوان سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں کی تاریخ وفضائل کو جمع کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر اس کام کو ''مدینۃ النبی ﷺ'' تک محدود کر دیا، جس عمدگی سے انہوں نے یہ علمی کام کیا ہے اگر دونوں شہروں پر کر جاتے تو علمی دنیا اس سے بہت مستفید ہوتی۔

مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب (آیت نمبر ۱۳) میں ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ توبہ (آیت نمبر ۱۰۱) میں مدینہ بھی مذکور ہے۔ اس مقدس شہر کے اور بھی نام قرآن پاک میں ذکر کیے گئے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس شہر کے متعدد نام آئے ہیں۔

مدینہ عربی میں شہر کو کہتے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ یہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی نسبت سے اس کا نام مدینۃ النبی ﷺ ہو گیا۔ حنفیہ کے برخلاف اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ مدینہ بھی مکہ کی طرح حرم ہے۔ اس میں موجود مسجد نبوی ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کے علاوہ کسی مسجد کی طرف قصد زیارت کر کے جانا جائز نہیں ہے۔ اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب دیگر مساجد میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ ہے۔ شہروں کے جغرافیہ اور تاریخ کا تذکرہ بھی قرآنِ پاک کے موضوعات میں سے ایک ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اہل علم نے مدینہ منورہ کی تاریخ کو بھی خاص موضوع بنایا ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفہ لکھی جو دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ لیکن اس حوالے سے سب سے اہم کام نور الدین سمھودی (متوفی ۹۰۲ھ) نے کیا ہے۔ ان کی کتاب وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ کے نام سے اہل علم میں متداول ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں بھی اس کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ بعد میں بھی اس پر مختلف زبانوں میں کام ہوتا رہا ہے۔ لوگوں نے حج، عمرہ اور زیارات کی مناسبتوں سے سفرنامے لکھے، اس شہر اور اس شہر کے ساکن سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ میرے ناقص علم کی حد تک ڈاکٹر رانا محمد اسحٰق اور ڈاکٹر رانا خالد مدنی کی یہ کتاب اردو زبان میں اس موضوع پر کئی لحاظ سے ایک منفرد کاوش ہے۔

جلی اور ذیلی سرخیوں کے اعتبار سے یہ ساڑھے تین سو سے زائد عنوانات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ صرف جلی سرخیوں کو اگر دیکھا جائے تو وہ نوے سے زائد بنتی ہیں جن میں سے ستر تک ڈاکٹر رانا محمد اسحٰق کی کاوش فکر

کا نتیجہ ہیں جب کہ باقی ڈاکٹر رانا خالد مدنی کی طرف سے اضافہ ہیں۔

اس کتاب میں مدینہ منورہ کے نام قرآن سے، مدینہ منورہ کے نام حدیث سے، نبی کریم ﷺ کے نام قرآن وحدیث سے بڑی تفصیل کے ساتھ جمع کردیئے گئے ہیں۔ مدینہ منورہ کے فضائل پر ۱۳۲ احادیث مع شرح درج کی گئی ہیں۔ سیرۃ النبی کا مکہ کا دور اجمالاً، ہجرت مدینہ، قباء میں آمد اور مسجد کی تعمیر، مسجد نبوی اور حجرات ازواج مطہرات کی تعمیر، مسجد نبوی کی مختلف ادوار کی تعمیرات کی مساحت رسائز، مختلف عہدوں کے نقشے اور تصاویر، مسجد نبوی کے ستونوں کی تفصیلات، اصحاب صفہ کی جگہ اور ان کے مکمل اسمائے گرامی، حجرہ نبوی، تین قبور اور گنبد خضریٰ کی تاریخ، زیارت قبر نبوی کا طریقہ اور اس کے متعلق ۲۴ احادیث کی شرح، ازواج، بنات، اہل بیت کی قبور، بعض کی تصاویر، بقیع قبرستان اور اس میں مدفون لوگوں کا تذکرہ، مقام احد کا تذکرہ، شہدائے احد کے اسمائے گرامی اور پہاڑ کی تصاویر، مقام خندق کی تفصیلات اور تصاویر، مدینہ کی دیگر مساجد، مسجد قباء، مسجد قبلتین وغیرہ، مدینہ کے پہاڑ، مدینہ کی وادیاں، مدینہ کے کنویں، مدینہ کے جنگل، مدینہ کی زراعت، زرعی اجناس اور پھل، مدینہ کے ڈیمز، مدینہ کی مارکیٹیں، مدینہ کی لائبریریاں، مکتبات، علمی مراکز، مدینہ منورہ کی عظیم یونیورسٹی اور کالجز، کنگ فہد قرآن پاک پرنٹنگ کمپلیکس، مدنی سورتیں اور قرآنی آیات، مدینہ منورہ میں موجودہ دور کے خوشی اور غمی کے طریقے وغیرہ۔ ان کے علاوہ بہت سے اہم عنوانات پر تفصیلات، نقشے اور تصاویر مہیا کردی گئی ہیں۔

اس کتاب کی جلد مضبوط، کاغذ بہت عمدہ ہے۔ ایک سو سے زائد جدید، قدیم، نادر، نایاب اور یادگار تصاویر ونقوش ہیں جن کے لیے آرٹ پیپر استعمال کیا گیا ہے۔ ادارہ اشاعت اسلام کی تالیفات کی تعداد سو کے قریب ہے۔ اس کے چیئرمین ڈاکٹر رانا خالد مدنی اپنے ادارہ کی تمام کتب کو ایسے ہی عمدہ انداز میں طبع کرواتے ہیں۔ لیکن اس کتاب کے صوری اور ظاہری محاسن میں ادبستان کے مدیر جناب عبدالمتین ملک کا حسن ذوق اور عقیدت بھی شامل ہے۔ مدینہ منورہ پر یہ لازوال کتاب طبع کر کے انہوں نے اپنی حسنات میں اضافہ کرلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف اور ناشر کو جزائے خیر دے۔ یہ کتاب علماء، طلباء، عامۃ الناس غرض زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق لوگوں کے لیے مفید ہوگی، ان شاء اللہ۔

ذکر تیرا میری تسکین کا ساماں ہوتا	کاش یوں دردِ دلِ زار کا درماں ہوتا
سجدۂ شوق و محبت کا یہ عنوان ہوتا	سر تسلیم نثارِ درِ جاناں ہوتا
میں کچھ اس طرح تری راہ میں قرباں ہوتا	جو مجھے دیکھتا انگشت بدنداں ہوتا
دیکھ کر راہِ مدینہ میں تڑپنا میرا	کوئی خنداں، کوئی حیراں، کوئی گریاں ہوتا
بوئے الفت سے مہک اٹھتا چمن زارِ حیات	کاش انسان کے دل میں غم انساں ہوتا
یوں الجھتا نہ مسلماں سے مسلماں کوئی	گر مسلمان حقیقت میں مسلماں ہوتا
یہ فسادات کے طوفان نہ اٹھتے ہرگز	تو اگر وقف رہِ سنت و قرآں ہوتا
اہل دولت جو ادا کرتے حقوقِ فقراء	فقر دولت سے نہ یوں دست وگریباں ہوتا
ترے اعمال جو اخلاص پہ مبنی ہوتے	کسی انساں سے نہ تو اجر کا خواہاں ہوتا
آج بھی ہوتی جہاں بانی ترے قدموں میں	تو اگر طارق و خالد سا مسلماں ہوتا
یاد ہوتا تجھے اے دل جو کہیں یومِ حساب	زندگی بھر نہ کبھی مائل عصیاں ہوتا

منظر موت اگر سامنے رہتا عاجز
آدمی شوکت دنیا پہ نہ نازاں ہوتا!

[عبدالرحمٰن عاجز، مالیرکوٹلوی]